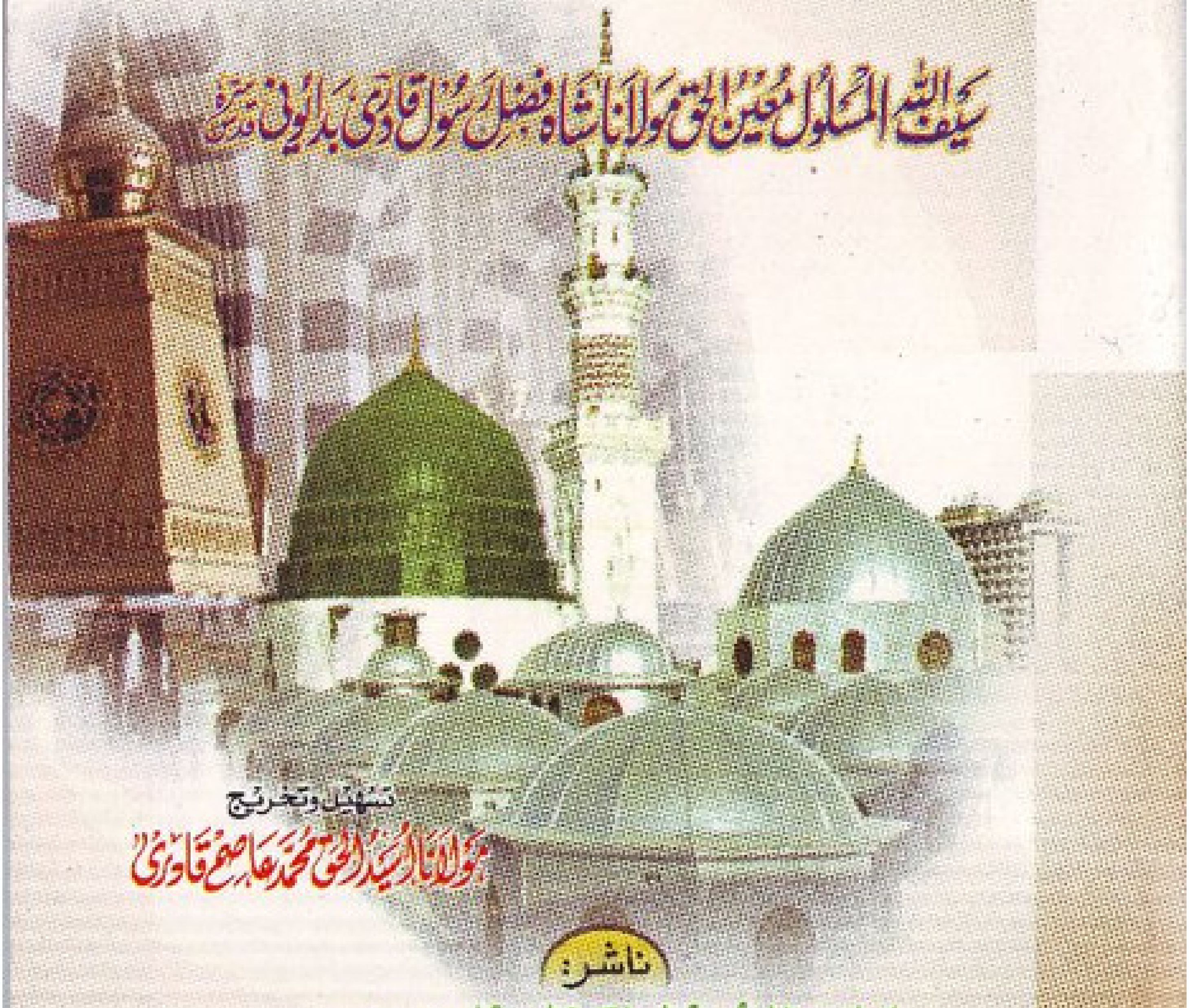
عقیدۂ شفاعت

کتاب و سنت کی روشنی میں



سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ

تسہیل و تخریج

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

ناشر:

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

فوز المؤمنين بشفاعة الشافعين

حرف آغاز

زیرِنظر رسالہ آج سے لگ بھگ ۱۶۰ ؍سال قبل تالیف کیا گیا تھا۔ مصنف نے شاہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کی کتاب ''تقویت الایمان'' کے تنقیدی جائزے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا یہ رسالہ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔

رسالہ کا پورا نام ''فوز المؤمنین بشفاعة الشافعین '' ہے، یہ رسالہ ۱۲۶۸ھ میں تالیف کیا گیا تھا۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی نے ''تقویت الایمان'' میں دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ شفاعت کے مسئلہ پر بھی بحث کی ہے، انہوں نے شفاعت کی تین قسمیں کی ہیں۔ شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالمحبت اور شفاعت بالاذن، ان میں شاہ صاحب نے اول الذکر دو قسموں کا انکار کیا ہے اور صرف تیسری قسم کو جائز مانا ہے۔ زیرِنظر کتاب میں مصنف نے پہلے شفاعت کے سلسلہ میں اہل سنت کے موقف کو کتاب وسنت سے ثابت کیا ہے اور اس کے بعد شفاعت کے متعلق ''تقویت الایمان'' کی پوری بحث کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ شاہ صاحب کے بعض حامیوں نے شفاعت کے مسئلہ میں ان کا دفاع کرتے ہوئے ''تنبیہ الغافلین'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی، فوز المؤمنین کے مصنف نے آخر میں اس کا بھی تنقیدی محاسبہ کیا ہے۔ پوری کتاب مصنف کی تحقیقی گہرائی، وسعت مطالعہ اور تنقیدی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ہماری معلومات کی حد تک یہ رسالہ سب سے پہلی مرتبہ ۱۲۶۸ھ میں مطبع مفید الخلائق، دہلی سے شائع ہوا، پھر اس کے بعد ۱۳۱۰ھ میں مطبع احمدی سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا، پھر حضرت مفتی عبدالحکیم نوری مصباحی نے ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں اس کی تسہیل کی جو ماہنامہ مظہر حق بدایوں میں (اپریل ۱۹۹۸ء تا اکتوبر ۱۹۹۸ء) قسط وار شائع ہوئی۔

پھر راقم الحروف کی تسہیل، ترتیب اور تخریج کے ساتھ یہ رسالہ چوتھی مرتبہ تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔

رسالے کی تسہیل و تخریج کے سلسلہ میں چند امور قابل توجہ ہیں:

۱۔ یہ رسالہ چونکہ آج سے لگ بھگ ڈیڑھ صدی پہلے لکھا گیا تھا، لہٰذا آج کے ایک عام اردو داں قاری کے لیے اس کا سمجھنا دشوار تھا چنانچہ اس کی تسہیل ناگزیر ہوئی اور ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کو ایسی زبان میں کر دیا جائے جس سے عام طور پر لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ تسہیل کے وقت یہ کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کی زبان کو اس طرح آسان کیا جائے کہ مصنف کے الفاظ اور ان کا اسلوب کسی نہ کسی حد تک برقرار رہے۔ لیکن بعض ایسے مقامات بھی آئے جہاں اس احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔ لیکن یہ ''جبری بے احتیاطی'' صرف الفاظ کے انتخاب اور مصنف کے مفہوم کی تعبیر کی حد تک ہے۔ ورنہ حتی الامکان معنوی اعتبار سے کتاب میں کسی بھی قسم کے حذف و اضافہ سے مکمل پرہیز کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں پیچیدہ علمی اصطلاحات اور فقہ و حدیث کے اصول و ضوابط کی اصطلاحی تعبیرات استعمال ہوئی ہیں، ایسے مقامات تسہیل کے باوجود تشریح طلب ہیں، لہٰذا ایسے مقامات پر عبارتوں میں زیادہ چھیڑ چھاڑ کی بجائے حاشیہ میں حسب ضرورت وضاحت کر دی گئی ہے۔

۲۔ احادیث مبارکہ اور علما کی عبارتوں کے سلسلہ میں مصنف نے اکثر جگہ صرف ان کا ترجمہ لکھنے پر اکتفا کیا تھا، تخریج کے دوران اصل کتب کی طرف رجوع کر کے عربی یا فارسی عبارتوں کو بھی درج کر دیا گیا ہے۔ عموماً مصنف نے قرآنی آیات درج کرنے کے بعد ان کا ترجمہ ذکر نہیں کیا تھا، ایسے مقامات پر آیات کا ترجمہ حسب موقع کہیں متن میں اور کہیں حاشیہ میں درج کر دیا گیا۔

۳۔ مصنف نے اس رسالے میں بہت سی احادیث سے استدلال کیا ہے، حتی الامکان ان احادیث کے مراجع و مآخذ کی نشاندہی حاشیہ میں کر دی گئی ہے، تخریج کا اصول یہ ہے کہ احادیث کے مراجع کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ صحت وضعف کے اعتبار سے ان کا حکم بھی بیان کر دیا جائے۔ بہت سے مقامات پر ایسا کر دیا گیا ہے مگر وقت کی کمی کے باعث بہت سے مقامات پر ایسا نہیں ہوسکا تاہم کتاب میں مندرج احادیث کے سلسلہ میں تین باتیں قابل لحاظ ہیں:

(الف) شفاعت کے سلسلہ میں مصنف نے اپنا موقف اور دعویٰ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت کر دیا ہے۔ان کے استدلال کی اصل بنیاد انھیں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پر قائم ہے۔ اگر کتاب میں کہیں کوئی ضعیف حدیث بھی موجود ہو تب بھی مصنف کی دلیل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ ان کی دلیل کی بنیاد ضعیف حدیث پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنا موقف احادیث صحیحہ سے ثابت کر چکے ہیں۔

(ب) علماے سلف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ احادیث صحیحہ سے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے بعد کبھی کبھی مزید تقویت کے لیے کچھ ایسی احادیث بھی ذکر کر دیا کرتے تھے جو صحت کے مطلوبہ معیار پر نہ ہوں اگر اس کتاب میں بھی مصنف نے ایسا کیا ہو تو وہ ایسا کرنے میں انھیں اسلاف کے متبع ہیں۔

(ج) احادیث کی صحت وضعف کا تعین ایک وسیع موضوع ہے، کسی ایک یا چند متأخرین کے کسی حدیث کو ضعیف قرار دینے سے ضروری نہیں کہ واقعی وہ حدیث ضعیف ہی ہو، ممکن ہے متابعات وشواہد کی وجہ سے دوسرے علما نے اس حدیث کو مقبول قرار دیا ہو، پھر ضعیف حدیث کے بھی چند مراتب ہیں، ہر ضعیف حدیث ایسی نہیں ہوتی جس کو موضوع، متروک یا منکر قرار دے دیا جائے۔ خفیف درجہ کی ضعیف حدیث کے قابل عمل ہونے یا نہ ہونے کے سلسلہ میں اگر چہ اصولیین کا اختلاف ہے مگر راجح یہی ہے کہ ضعیف حدیث کی کچھ اقسام، کچھ شرائط کے ساتھ بعض معاملات میں قابل عمل اور قابل قبول ہیں۔

۴۔ رسالہ پرانے طرز پر مسلسل مضمون کی شکل میں تھا، جگہ جگہ مختلف عنوانات اصل رسالے میں نہیں ہیں، یہ اس راقم السطور نے قائم کیے ہیں تا کہ رسالے سے استفادہ زیادہ آسان ہو جائے۔

۵۔ رسالے کی پروف ریڈنگ حتی الامکان توجہ سے کی گئی ہے اس کے باوجود کتاب کو کمپوزنگ کی غلطیوں سے پاک نہیں کہا جا سکتا۔

میں اپنے ان تمام احباب اور کرم فرماؤں کا شکر گزار ہوں جنھوں نے کسی بھی حیثیت سے اس کتاب کی تیاری میں تعاون کیا۔ **جزاهم الله تعالیٰ خیر الجزاء.**

اسید الحق قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین

شفیع المذنبین سیدنا محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین.

شفاعت کے متعلق عقیدۂ اہل سنت

شفاعت کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ گنہگاروں کے حق میں انبیاو مرسلین (علیہم السلام) اور اللہ کے مقرب بندوں کی شفاعت ثابت ہے اگر چہ وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہوں اور بغیر توبہ کے دنیا سے رخصت ہوئے ہوں، جن لوگوں کی شفاعت کی جائے گی ان کی کئی قسمیں ہیں:

۱۔ بعض لوگ بغیر حساب و کتاب شفاعت کے سبب جنت میں داخل ہوں گے۔

۲۔ بعض لوگ حساب و کتاب کے بعد دوزخ کے مستحق قرار دیے جائیں گے مگر شفاعت کی وجہ سے دوزخ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔

۳۔ بعض دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے مگر شفاعت کے سبب ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

۴۔ شفاعت کے سبب بعض لوگوں کے درجات بلند کر دیے جائیں گے۔

اہل سنت کا مسلک ہے کہ ”الشفاعة حق“ یعنی شفاعت یقیناً حق ہے(۱) شفاعت

۱۔ علامہ ابوالبرکات النسفی اہل سنت کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”الشفاعة ثابتة للرسل و الاخیار فی حق اهل الکبائر“ (متن عقائد النسفیہ صفحہ ۱۳، مطبع قیومی کانپور)
(ترجمہ: گناہ کبیرہ کے مرتکب کی حق میں رسولوں اور اخیار کی شفاعت ثابت ہے۔)

شافعین کا انکار تو کیا اس میں شک اور توقف کرنا بھی کفر ہے (۲) ''مجالس الابرار'' جو وہابیہ کے نزدیک بھی معتبر کتاب ہے اس میں بھی یہی لکھا ہے (۳) فرقۂ معتزلہ نے صرف ایک قسم کی شفاعت کا اقرار کیا ہے (۴) اور اہل کبیرہ جو بغیر توبہ کے دنیا سے رخصت ہوا ہو اس کی شفاعت کا انکار کیا، لہٰذا اس انکار کی بنیاد پر معتزلہ منکر شفاعت اور مردود جماعت قرار دیئے گئے، معتزلہ (۵)

۲۔ یہ تکفیر طریقۂ فقہا پر ہے، شیخ زین الدین ابن نجیم علیہ الرحمہ بحرالرائق میں فرماتے ہیں: ''لاتجوز الصلوٰة خلف من ینکر شفاعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم او ینکر الکرام الکاتبین أو ینکر الرؤیة لأنه کافر'' (بحرالرائق، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ج۱، ص۳۷۰) ترجمہ: جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار کرے یا کراما کاتبین کا انکار کرے یا رویت باری کا انکار کرے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیوں کہ وہ کافر ہے۔
مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی دوسری کتاب ''المعتقد المنتقد'' میں شفاعت کی بحث کے ذیل میں بحرالرائق کی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے، اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اس مقام پر بھی منکر شفاعت کی تکفیر سے تکفیر کلامی نہیں بلکہ تکفیر فقہی مراد ہے، ان دونوں قسم کے حکم کفر میں جو فرق ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

۳۔ ''مجالس الابرار'' دستیاب نہیں ہوسکی، البتہ مصنف علیہ الرحمہ نے ''المعتقد المنتقد'' میں تحریر فرمایا ہے: ''فی مجالس الابرار الذی هو مستند النجدیة ان التوقف فی شفاعة الشافعین کفر.'' (''المعتقد المنتقد''، ص۱۱۷)
ترجمہ: مجالس الابرار جو نجدیوں کے نزدیک بھی مستند ہے اس میں لکھا ہے کہ شافعین کی شفاعت میں توقف کرنا کفر ہے۔

۴۔ جس کو مصنف نے نمبر چار میں بیان کیا ہے یعنی شفاعت صرف اس معنی میں ہوگی کہ جن لوگوں کو جنت کا حکم ہو چکا ہوگا شفاعت کے ذریعہ صرف ان کے درجات بلند کئے جائیں گے۔

۵۔ یہ ایک گمراہ فرقہ تھا جو دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں ظاہر ہوا، اکثر کا خیال ہے کہ اس فرقے کا بانی واصل ابن عطا (متوفی ۱۳۱ھ) تھا۔ یہ ایرانی الاصل تھا اور ابتداءً حضرت حسن بصری کا شاگرد تھا، بعد میں اس نے حضرت سے اختلاف رائے کرکے ایک جدید فرقے کی بنیاد ڈالی۔ معتزلہ یونانی فلسفہ سے بے حد متأثر ہوئے اور انھوں نے ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا طریقہ اپنایا۔ معتزلہ کے پانچ بنیادی اصول ہیں: (۱) التوحید (۲) العدل (۳) الوعد والوعید (۴) المنزلة بین المنزلتین (۵) الامر بالمعروف و النهی عن المنکر ان اصولوں کے تحت ان کے چند عقائد یہ ہیں: قرآن ازلی قدیم نہیں بلکہ حادث اور مخلوق ہے، جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ نہ مؤمن ہے نہ کافر بلکہ دونوں کے درمیان ایک منزل میں ہے۔ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ قیامت میں دیدار الٰہی ممکن نہیں ہے۔ اس کے علاوہ معتزلہ عذاب قبر اور میزان وغیرہ کا بھی انکار کرتے ہیں۔ امام عبدالکریم شہرستانی کے مطابق معتزلہ ۱۲ ذیلی فرقوں میں منقسم ہوگئے، جن میں واصلیہ، ہذیلیہ، نظامیہ، اور جبائیہ قابل ذکر ہیں۔ کئی صدیاں پہلے معتزلہ اپنے تمام ذیلی فرقوں سمیت ناپید ہوگئے۔ البتہ گزشتہ صدی میں عالم عرب میں جدید دانشوروں کا ایک ایسا عقلیت پسند طبقہ پیدا ہوا جس کے عقائد اگرچہ قدیم معتزلہ والے نہیں ہیں مگر دین کو سمجھنے کا طریقہ اور منہج استدلال بالکل وہی ہے جو معتزلہ کا تھا، اسی لئے اہل علم نے اس طبقہ کو ''جدید معتزلہ'' کا لقب دیا ہے۔ دیکھئے: الملل والنحل عبدالکریم شہرستانی، ج۱، ص۴۴ تا ۸۷، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۸۶ء، تاریخ المذاہب الاسلامیہ: ابوزہرہ، ص۱۲۴ تا ۱۲۹، دارالفکر العربی قاہرہ ۱۹۹۶ء۔

کا عقیدہ تھا کہ وہ شخص جس نے گناہ کبیرہ کیا ہو اور بغیر توبہ کے مرا ہو اس کی شفاعت نہیں ہوگی۔ چونکہ فرقۂ وہابیہ نے انکار شفاعت کے معاملہ میں فرقۂ معتزلہ کی پیروی کی ہے (جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے) اور جماعت اہل سنت سے علاحدگی اختیار کی ہے، لہٰذا ہم یہاں امام فخر الدین رازی کی کتاب تفسیر کبیر کے حوالے سے ان مباحث کا خلاصہ نقل کرتے ہیں جو شفاعت کے سلسلہ میں اہل سنت اور معتزلہ کے درمیان ہوئے ہیں اور اس سلسلہ میں دونوں فریق کے دلائل بھی نقل کریں گے تاکہ کتاب و سنت اور مسلک اہل سنت سے وہابیہ کی مخالفت اور علاحدگی واضح ہو جائے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

"اجمعت الأمة على أن لمحمد صلى الله عليه وسلم شفاعة فى الآخرة و حمل على ذلك قوله تعالىٰ عسىٰ ان يبعثك ربك مقاماً محمودًا و قوله تعالىٰ و لسوف يعطيك ربك فترضى ثم اختلفوا بعد ذلك فى ان شفاعته عليه السلام لمن تكون؟ اتكون للمؤمنين المستحقين للثواب ام تكون لاهل الكبائر المستحقين للعقاب فذهبت المعتزلة إلى انها للمستحقين لثواب و تاثير الشفاعة فى ان تحصل زيادة من المنافع على ما استحقوه و قال اصحابنا تاثيرها فى اسقاط العذاب عن المستحقين للعقاب و اما بان يشفع لهم فى عرصة القيامة حتى لايدخلوا النار و دخلوا النار فيشفع لهم حتى يخرجوا منها و يدخلوا الجنة و اتفقوا على انها ليست للكفار" (٦)

ترجمہ: امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے آخرت میں شفاعت ثابت ہے، اور اس عقیدہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

٦۔ تفسیر کبیر، ج ۱، ص ۵۰۳ و ۵۰۴ مطبوعہ مصر،
زیر آیت " لاتجزى نفس عن نفس شيئا و لايقبل منها شفاعة " (البقرۃ ۴۸)

ہے "عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا" (۷) اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "و لسوف یعطیك ربك فترضی" (۸) پھر اس بات میں اختلاف ہوا کہ حضور علیہ السلام کی شفاعت کس کے حق میں ہے؟ کیا شفاعت ایسے مومنین کے حق میں ہے جو ثواب کے مستحق ہیں یا وہ ان لوگوں کے حق میں ہے جنھوں نے گناہ کبیرہ کیے ہیں اور عذاب کے مستحق ہیں، معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ شفاعت ان لوگوں کے حق میں ہے جو ثواب کے مستحق ہیں، اور ان کے لیے شفاعت کی تاثیر یہ ہوگی کہ جن نعمتوں کے وہ مستحق ہیں شفاعت کی وجہ سے ان میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور ہمارے علما فرماتے ہیں کہ شفاعت کے اثر سے عذاب کے مستحقوں کے عذاب ساقط کر دیئے جائیں گے یا تو اس طور پر کہ عرصۂ قیامت میں ان کی شفاعت ہوگی اور وہ اس کی وجہ سے دوزخ میں داخل نہیں کیے جائیں گے، یا پھر اس طور پر کہ کچھ لوگ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، ان کی شفاعت کی جائے گی جس کی وجہ سے وہ دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے۔ ہاں اس بات پر اتفاق ہے کہ اس قسم کی شفاعت کافروں کے حق میں نہیں ہے۔

پھر امام رازی نے معتزلہ کے دلائل نقل کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ معتزلہ اپنے عقیدے کے ثبوت میں مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں۔

۷۔ الاسراء ۷۹، ترجمہ: یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

۸۔ الضحیٰ ۵، ترجمہ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

انکارشفاعت پر معتزلہ کے دلائل

۱۔ **ما للظٰلمين من حميم و لا شفيع يطاع (۹)**

ترجمہ: ظالموں کے لئے کوئی دوست نہ ہوگا نہ ایسا سفارشی ہوگا جس کی سفارش مانی جائے۔

۲۔ **لا بيع فيه و لاخلة و لا شفاعة (۱۰)**

ترجمہ: اس دن جس میں نہ تو خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور نہ شفاعت ہوگی۔

۳۔ **ما للظٰلمين من انصار (۱۱)**

ترجمہ: ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

۴۔ **لايشفعون إلا لمن ارتضى (۱۲)**

ترجمہ: وہ (نیک بندے) شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کی جس سے وہ راضی ہوگیا۔

۵۔ **ان الفجار لفي جحيم يصلونها يوم الدين و ما هم عنها بغائبين (۱۳)**

ترجمہ: یقیناً بدکار لوگ جہنم میں ہوں گے، قیامت کے روز اس میں داخل ہوں گے اور وہ اس سے غائب نہ ہوسکیں گے۔

۶۔ **يدبر الأمر ما من شفيع إلا من بعد اذنه (۱۴)**

ترجمہ: وہ تدبیر فرماتا ہے، کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے مگر اس کی اجازت کے بعد۔

۷۔ **فما تنفعهم شفاعة الشافعين (۱۵)**

۹۔ الغافر، ۱۸
۱۰۔ البقرۃ ۲۵۴
۱۱۔ البقرۃ ۲۷۰
۱۲۔ الانبیاء ۲۸
۱۳۔ الانفطار ۱۴، ۱۵، ۱۶
۱۴۔ یونس ۳
۱۵۔ المدثر ۴۸

ترجمہ: پس انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

۸۔ من ذا الذی یشفع عندہ إلا باذنہ (۱۶)

ترجمہ: کون ہے جو سفارش کر سکے اس کے پاس بغیر اس کے اجازت کے۔

۹۔ لا یتکلمون إلا من اذن لہ الرحمن (۱۷)

ترجمہ: کوئی نہ بول سکے گا سوائے اس کے جس کو رحمٰن اجازت دے۔

ان آیات کو پیش کر کے معتزلہ کہتے ہیں، ان آیات میں یا تو شفاعت کی نفی ہے یا پھر شفاعت کے لئے ''اذن'' (اجازت) کو ضروری قرار دیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب کبائر کی شفاعت کا اذن نہیں دیا، کیوں کہ اگر ان کی شفاعت کا اذن دیا ہوتا تو وہ یا تو عقل کے ذریعہ معلوم ہوگا یا نقل کے ذریعہ، اگر عقل کے ذریعہ معلوم ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، کیوں کہ یہ معاملہ امور آخرت کا ہے اور اس میں عقل کو کچھ دخل نہیں اور اگر اصحاب کبائر کے لئے اذن شفاعت کا علم نقل کے ذریعہ ہو تو یا تو وہ احادیث احاد (۱۸) ہوں گی، یا احادیث متواترہ (۱۹) اگر احادیث احاد ہوں گی تو ہم کہیں گے کہ عقیدے کے باب میں اخبار احاد قابل قبول نہیں ہیں، کیونکہ ان سے علم یقینی نہیں ہوتا بلکہ علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر وہ احادیث احاد نہ ہوں بلکہ احادیث متواترہ ہوں تو یہ ہمیں تسلیم نہیں ہے، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو اس کا علم جمہور مسلمین کو ہوتا اور اگر تواتر سے علم ہوتا تو کوئی اس کا انکار نہیں کرتا، بعض لوگوں کا انکار اس بات کی دلیل ہے کہ اہل کبائر کے حق میں ''اذن'' کا علم متواتر نہیں۔ (۲۰)

۱۶۔ البقرۃ ۲۵۵

۱۷۔ النباء ۲۸

۱۸۔ احادیث احاد ان احادیث کو کہتے ہیں جو درجۂ تواتر کو نہ پہنچی ہوں یعنی ان کے سلسلۂ سند کے ہر طبقہ میں یا کسی ایک طبقہ میں ایک، دو، تین یا تین سے زائد راوی ہوں (مگر اتنے نہ ہوں جو حد تواتر کو پہنچ جائیں) احادیث احاد کی نقل کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔ (۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب۔ ایسی احادیث ظن غالب کا افادہ کرتی ہیں۔

۱۹۔ احادیث متواترہ ایسی حدیثوں کو کہتے ہیں جن کے راوی ہر طبقے میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو اور حدیث کا مضمون عقلی یا قیاسی نہ ہو۔ اس کی چند قسمیں ہیں (۱) متواتر اسنادی (۲) متواتر لفظی (۳) متواتر معنوی (۴) متواتر عملی وغیرہ۔ متواتر حدیث علم قطعی یقینی کا افادہ کرتی ہے اور اس کے مضمون کا انکار کفر ہوتا ہے۔

۲۰۔ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۵۰۵، ۵۰۶

انکارشفاعت پراحادیث سے دلیل

ان آیات کے علاوہ معتزلہ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں چنداحادیث بھی پیش کی ہیں۔

حدیث (۱)

”عن سهل بن سعد يقول سمعت النبی صلی الله عليه وسلم يقول أنا فرطكم علی الحوض من ورده شرب منه و من شرب منه لم يظمأ ابدًا ليردن علی اقوام اعرفهم و يعرفونی ثم يحال بينی و بينهم قال ابو حازم فسمعنی النعمان بن عياش و انا احدثهم هذا فقال هكذا سمعت سهلا فقلت نعم قال و أنا اشهد علی ابی سعيد الخدری لسمعته يزيد فيه قال انهم منی فيقال إنک لاتدری ما بدلوا بعدک فأقول سحقاً سحقاً لمن بدل دينی. (۲۱)

ترجمہ: سہل بن سعد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا جو حوض کوثر پر آئے گا وہ اس سے پیئے گا اور جو اس سے پی لے گا اس کے بعد کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی، کچھ لوگ ایسے میرے پاس آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان جدائی واقع ہوجائے گی، ابوحازم نے کہا کہ مجھ سے نعمان بن ابی عیاش نے یہ حدیث سنی تو انھوں نے پوچھا کیا تم نے حضرت سہل سے اسی طرح سنا ہے میں (ابوحازم) نے کہا ہاں، تو انھوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی روایت کرتے سنا وہ اس میں یہ اضافہ کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھ میں سے ہیں، پھر کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے (دین

۲۱۔ بخاری کتاب الفتن، باب ماجاء فی قول الله تعالیٰ و اتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خاصة.

میں) کیسی تبدیلیاں کردی تھیں، تب میں کہوں گا، دوری اور ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے میرے بعد (دین) تبدیل کردیا۔

اس حدیث سے معتزلہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب بدکاروں اور دین بدلنے والوں کو حضور علیہ السلام حوض کوثر سے دور کردیں گے تو شفاعت کیا کریں گے۔

حدیث (۲)

عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا کعب بن عجرۃ اعیذک باللہ من امارۃ السفہاء انہا ستکون امراء من دخل علیہم فاعانہم علی ظلمہم و صدقہم بکذبہم فلیس منی و لست منہ و لن یرد علی الحوض (۲۲)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے کعب بن عجرۃ میں تمہیں اللہ کی پناہ میں لیتا ہوں سفہا (بے وقوفوں) کی بادشاہت سے، عنقریب ایسے امیر (بادشاہ) ہوں گے کہ جو ان کے پاس جائے گا تو ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرے گا، اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا، ایسا شخص نہ مجھ میں سے ہے نہ میں اس سے ہوں اور وہ ہرگز حوض پر نہیں آئے گا۔

اس حدیث سے معتزلہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ جب ایسا شخص نہ حضور سے ہے نہ حضور اس سے ہیں تو پھر شفاعت کیسے کریں گے، دوسری بات یہ ہے کہ جب وہ لوگ حوض پر بھی نہیں آسکیں گے تو یہ تو ان کی شفاعت نہ ہونے کی اور قوی دلیل ہے۔

حدیث (۳)

عن أبی ہریرۃ قال علیہ السلام لا ألفین احدکم یجئ یوم القیامۃ علی رقبتہ بعیر لہ رعاء یقول یا رسول اللہ اغثنی فأقول لا املک لک شیئاً قد أبلغتک (۲۳)

۲۲۔ صحیح ابن حبان: ج ۵، ص ۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۹۳ء

۲۳۔ **بخاری، کتاب الجہاد و السیر، باب الغلول، مسلم: کتاب الأمارۃ، باب غلظ تحریم الغلول** یہ ایک طویل حدیث کا جز ہے، پوری حدیث اور اس پر علما کا کلام ص.... پر آرہا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ میرے پاس آئے اور اس کی گردن پر اونٹ سوار ہو جو بلبلا رہا ہو، وہ شخص کہے یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میری مدد فرمایئے، تو میں کہوں گا کہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں نے تمہیں دین پہنچا دیا تھا۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے دعویٰ کی صریح دلیل ہے، جب حضور کسی چیز کے مالک نہیں ہیں تو پھر شفاعت کے بھی مالک نہیں ہوں گے۔

حدیث (۴)

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال عليه السلام ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة و من كنت خصمه خصمته، رجل اعطی بی ثم غدر و رجل باع حرا فأكل ثمنه، و رجل استأجر اجيراً فاستوفی منه و لم يوفه اجرته ٥

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین شخص ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا مدمقابل ہوں گا، اور جس کا میں مدمقابل ہوں گا اس پر غالب آؤں گا، ایک وہ شخص جس نے وعدہ کیا اور پھر دھوکا دیا، دوسرا وہ جس نے آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی، تیسرا وہ جس نے کسی کو مزدور رکھا اس سے مزدوری کرائی اور اس کو اس کی اجرت پوری نہیں دی۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث بھی نفی شفاعت کی دلیل ہے کہ جب حضور علیہ السلام ایسے لوگوں کے مدمقابل ہوں گے تو بھلا شفاعت کیا کریں گے۔

امام رازی نے معتزلہ کے ان دلائل کو نقل کرنے کے بعد ترتیب وار ان کا رد فرمایا ہے اس کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

معتزلہ کے دلائل کا رد

معتزلہ کی پیش کردہ پہلی آیت کے بارے میں ہم کہیں گے کہ یہاں ''ظالمین'' سے کفار مراد ہیں یعنی کافروں کا کوئی دوست اور سفارشی نہیں ہوگا۔ دوسری آیت میں شفاعت کی عام نفی ہے چونکہ شفاعت کے ثبوت میں بھی دلائل موجود ہیں، لہٰذا اس عام کی تخصیص واجب ہے۔ آیت میں فرمایا کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اس آیت میں عموم کا سلب ہے، اور سلب عموم عموم سلب کا افادہ نہیں کرتا۔ چوتھی آیت میں فرمایا کہ وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کی جس سے وہ راضی ہوگیا۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ مرتکب کبیرہ سے اگرچہ اس کے فسق کی وجہ سے اللہ راضی نہیں ہے مگر اس کے ایمان وتوحید کی وجہ سے اللہ اس سے راضی ہے۔ اور پھر یہ بھی کہا جائے گا کہ آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی شفاعت کی جائے گی جس کے اعمال سے اللہ راضی ہوگا بلکہ مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی شفاعت کی جائے گی کہ جس کے حق میں شفاعت کئے جانے سے اللہ راضی ہے اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مرتکب کبیرہ کے حق میں شفاعت کئے جانے سے اللہ راضی ہے۔ پانچویں آیت میں ''فُجّار'' سے مراد مومنین نہیں بلکہ کفار ہیں اور ان کے حق شفاعت نہ ہونے کے ہم بھی قائل ہیں، آیت نمبر ٦، ٨، اور ٩ میں جو شفاعت کو ''اذن'' (اجازت) کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جن کے بارے میں معتزلہ نے کہا کہ اذن کا پایا جانا ثابت نہیں ہے تو ہمیں معتزلہ کا یہ دعویٰ تسلیم نہیں اذن کے پائے جانے اور متحقق ہونے کے دلائل ہم آگے دیں گے۔ رہی آیت نمبر ۷ کہ انھیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں پہنچائے گی تو یہاں بھی کفار مراد ہیں کہ ان کی شفاعت نہ ہونے کے ہم بھی قائل ہیں، لہٰذا یہ آیت ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی۔

اور وہ احادیث جو معتزلہ انکار شفاعت کی دلیل کے طور پر لائے ہیں وہ بھی ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان میں قیامت کے بعض مخصوص مقامات پر بعض مخصوص افراد کے لئے شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ نفی ان خاص افراد تک ہی محدود رہے گی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام مرتکبین کبیرہ کی شفاعت کی نفی کی جارہی ہو۔(۲۴)

امام رازی فرماتے ہیں:

"و اما الاحادیث فھی دالة علی ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم لایشفع لبعض الناس و لایشفع فی بعض مواطن القیامة و ذلک لا یدل علی انه لا یشفع لاحد البتة من اصحاب الکبائر و لا أنه یمتنع فی جمیع المواطن و الذی نحققه انه تعالیٰ بین ان احدا من الشافعین لا یشفع الا باذن اللہ فلعل الرسول لم یکن ماذونا فی بعض المواضع و بعض الأوقات فلا یشفع فی ذلک المکان و لا فی ذلک الزمان ثم یصیر ماذونا فی موقع آخر و فی وقت آخر فیشفع ھناک و اللہ اعلم.(۲۵)

ترجمہ: رہیں وہ احادیث جو معتزلہ دلیل میں لائے ہیں تو وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام بعض لوگوں کی قیامت کے بعض مقامات پر شفاعت نہیں فرمائیں گے۔ یہ احادیث اس بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ حضور علیہ السلام کسی بھی حال میں کسی بھی گنہگار کی شفاعت نہیں کریں گے اور نہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کو شفاعت کے لئے ہر ہر مقام پر منع کر دیا گیا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ شفاعت کرنے والوں میں سے کوئی شخص بغیر اللہ کی اجازت کے شفاعت نہیں کرے گا، تو شاید ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو بعض مخصوص مقامات اور بعض

۲۴۔ ترجمہ ملخصا، تفسیر کبیر ج ۱، ص ۵۱۳

۲۵۔ مرجع سابق ج ۱، ص ۵۱۳ و ۵۱۴

مخصوص اوقات میں شفاعت کرنے کی اجازت نہ دی گئی ہو۔ لہٰذا آپ ان مخصوص مقامات اور اوقات میں شفاعت نہیں کریں گے۔ پھر دوسرے مقام اور دوسرے وقت میں آپ کو اجازت مرحمت فرمادی جائے، لہٰذا آپ شفاعت فرمائیں گے۔

معتزلہ کے دلائل کا رد کرنے کے بعد امام رازی نے اہل سنت کے عقیدۂ شفاعت پر کتاب وسنت سے دلیلیں دی ہیں۔ یہاں ہم اختصاراً ان کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

مسئلہ شفاعت پر اہل سنت کے دلائل

پهلی دلیل

"عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیه وسلم تلا قول اللہ عزوجل فی ابراهیم "رب انهن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فإنه منی و من عصانی فإنک غفور رحیم" و قال عیسیٰ علیه السلام "إن تعذبهم فإنهم عبادک و ان تغفرلهم فإنک انت العزیز الحکیم" فرفع یدیه و قال اللهم امتی امتی و بکی فقال اللہ عزوجل یا جبرئیل اذهب الی محمد و ربک اعلم فسئله ما یبکیک فأتاه جبرئیل علیه السلام فسأله فأخبره رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بما قال و هو اعلم فقال اللہ یا جبرئیل اذهب إلی محمد فقل انا سنرضیک فی امتک و لا نسوک"(۲۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے وہ فرماتے ہیں (ترجمہ آیت) "اے میرے رب ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کردیا تو جس نے میری پیروی کی وہ میرے راستے پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے" پھر حضور نے وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے (ترجمہ) "اے رب اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے" یہ آیتیں تلاوت کرکے حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ

۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی صلی اللہ عیه وسلم لأمته و بکائه شفقة علیهم.

(دعا کے لئے) بلند فرمائے اور دعا کی۔ اے اللہ! میری امت میری امت اور پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا اے جبرئیل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے رونے کا سبب پوچھو حالانکہ تیرا رب زیادہ جاننے والا ہے، حکم کے مطابق جبرئیل علیہ السلام حضور کے پاس آئے اور ان سے دریافت کیا، اور حضور علیہ السلام سے معلوم کر کے اللہ کو بتایا حالانکہ اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ آپ کی امت (کی بخشش) کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر لیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

یہ حدیث پاک شفاعت کے باب میں بہت قوی دلیل کا درجہ رکھتی ہے۔

دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”لا یملکون الشفاعة إلا من اتخذ عند الرحمن عهدًا“ (۲۷)

ترجمہ: وہ شفاعت کے مالک نہیں ہوں گے بجز ان کے جنھوں نے اللہ کے پاس کوئی عہد و قرار کیا ہوگا۔

امام رازی فرماتے ہیں:

”ان المجرمین لا یستحقون ان یشفع لهم غیرهم إلا اذا کانوا قد اتخذوا عند الرحمن عهدا فکل من اتخذ عند الرحمن وجب دخوله فیه و صاحب الکبیرة اتخذ عند الرحمن عهدا وهو التوحید و الاسلام فوجب ان یکون داخلا تحته“ (۲۸)

ترجمہ: بے شک مجرمین اس بات کے مستحق نہیں ہیں کہ دوسرا ان کے لئے شفاعت کرے ہاں صرف وہ مستحق ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد و قرار کیا ہے۔ اب جس کسی نے بھی عہد و قرار کیا ہوگا اس کا اس استحقاق شفاعت میں داخل

۲۷۔ مریم ۸۷

۲۸۔ تفسیر کبیر ج ۱، ص ۵۰۷

ہونا ضروری ہے۔ اور صاحب کبیرہ نے اللہ تعالیٰ سے توحید اور اسلام کا عہد کیا ہے، لہٰذا اس کا بھی اس استحقاق شفاعت میں داخل ہونا ضروری ہے۔

تیسری دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لایشفعون إلا لمن ارتضی'' (۲۹)

ترجمہ: وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر صرف اس کی جس کو اللہ پسند فرمائے۔

اس پر امام رازی فرماتے ہیں:

''وجہ الإستدلال بہ ان صاحب الکبیرۃ مرتضی عند اللہ تعالیٰ و کل من کان مرتضی عند اللہ تعالیٰ وجب ان یکون من اھل الشفاعۃ و انما قلنا ان صاحب الکبیرۃ مرتضی عند اللہ تعالیٰ لأنہ مرتضی عند اللہ بحسب ایمانہ و توحیدہ'' (۳۰)

ترجمہ: اس آیت سے اس طور پر دلیل دی جاتی ہے کہ صاحب کبیرہ اللہ کے نزدیک مرتضی (پسندیدہ) ہے اور جو کوئی بھی اللہ کا مرتضی ہوگا وہ یقیناً شفاعت کا مستحق ہوگا (اس آیت کی روشنی میں) اور ہم نے یہ جو کہا کہ صاحب کبیرۃ پسندیدہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان اور اقرار توحید کی بنیاد پر پسندیدہ ہے۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین''(۳۱)

ترجمہ: اور ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی۔

پیچھے ذکر کیا گیا کہ یہ کفار کے حق میں ہے یعنی کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی، جب فائدہ نہ دینے کی تخصیص کفار کے ساتھ کردی اس سے لازم آیا کہ مؤمنین کو شافعین کی شفاعت ضرور فائدہ دے گی۔

۲۹۔ الانبیاء ۲۸

۳۰۔ تفسیر کبیر ج ۱، ص ۵۰۸

۳۱۔ المدثر ۴۸

پانچویں دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"فاستغفر لذنبک و للمؤمنین و المؤمنات" (۳۲)
ترجمہ: اور دعا مانگا کریں کہ اللہ آپ کو گناہ سے محفوظ رکھے نیز مغفرت طلب کریں مومن مردوں اور عورتوں کے لئے (۳۳)

امام رازی فرماتے ہیں:

"انه تعالیٰ امر محمداً بان یستغفر لکل المؤمنین و المؤمنات و قد بینا فی تفسیر قوله تعالیٰ الذین یؤمنون بالغیب ان صاحب الکبیرة مؤمن و اذا کان کذلک ثبت ان محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم استغفر لهم و اذا کان کذلک ثبت ان الله تعالیٰ قد غفرلهم إلا لکان الله تعالیٰ قد امره بالدعاء لیرد دعائه فیصیر ذلک محض التحقیر و الایذاء وهو غیر لائق بالله تعالیٰ و لا بمحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فدل علی ان الله تعالیٰ لما امر محمدا بالاستغفار لکل العصاة فقد استجاب دعائه و ذلک إنما یتم لو غفرلهم و لا معنی الشفاعة الا هذا" (۳۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم فرمایا ہے کہ وہ تمام مؤمنین و مؤمنات کے لئے مغفرت طلب کریں، اور ہم نے آیت کریمہ "الذین یؤمنون بالغیب" کی تفسیر میں ذکر کیا تھا کہ مرتکب کبیرہ بھی مومن ہے۔ جب یہ بات طے ہوگئی کہ مرتکب کبیرہ بھی مومن ہے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے ان کے لئے (یعنی صاحب کبیرہ کے لئے) بھی مغفرت طلب کی ہوگی، جب یہ بات طے ہوگئی تو ثابت ہوا کہ اللہ ان کی مغفرت ضرور فرمائے

۳۲۔ محمد:۱۹

۳۳۔ یہ ترجمہ پیر محمد کرم شاہ ازہری صاحب کے ترجمۂ قرآن "ضیاء القرآن" سے ماخوذ ہے۔

۳۴۔ تفسیر کبیر ج ا ص ۵۰۹

گا۔ اگر ایسا نہ ہوتو لازم آئے گا کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو اس لئے دعا کا حکم دیا کہ وہ ان کی دعا کو رد کردے۔ یہ تو محض تحقیر اور ایذا دینا ہوا، اور یہ بات نہ تو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور نہ ہی یہ حضور کے مرتبۂ (محبوبیت) کے لائق ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو دعا کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ ان کی دعا قبول بھی فرمائے گا، اور یہ اسی وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادے۔ شفاعت کا اس کے علاوہ اور کیا معنی ہے۔

چھٹی دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”**و لو أنهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله و استغفرلهم الرسول لوجدوا الله توّابا رحيما**“ (۳۵)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کے پاس حاضر ہوتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے، اور رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کریں تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا پاتے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

”**الاٰية تدل على ان الرسول متى استغفر للعصاة و الظالمين فإن الله يغفر لهم و هذا يدل على ان شفاعة الرسول فى حق اهل الكبائر مقبولة فى الدنيا فوجب ان تكون مقبولة فى الآخرة لانه لا قائل بالفرق**“ (۳۶)

ترجمہ: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول علیہ السلام جب گنہگاروں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تو اللہ ان کو بخش دیتا ہے۔ یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضور کی شفاعت دنیا میں اہل کبائر کے حق میں مقبول ہے تو ضروری ہے کہ ان کی شفاعت اہل کبائر کے حق میں آخرت میں بھی مقبول ہو، کیوں کہ

۳۵۔ النساء ۶۴

۳۶۔ تفسیر کبیر، ج ۱، ص ۵۰۹

ان دونوں حالتوں کے درمیان فرق کا کوئی قائل نہیں ہے۔

شفاعت کے سلسلہ میں یہ چند آیات تھیں، شفاعت کے ثبوت پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔ امام رازی نے اس سلسلہ میں تین احادیث ذکر کی ہیں۔ فی الحال یہاں دو ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**شفاعتی لاهل الکبائر من امتی**'' (۳۷)

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گنہگاروں کے لئے ہے۔

دوسری حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''**لکل نبی دعوة مستجابة فتعجل کل نبی دعوته و انی اختبأت دعوتی شفاعة لأمتی إلی یوم القیامة فهی نائلة ان شاء الله من مات من امتی لایشرک بالله شیئاً**'' (۳۸)

ترجمہ: ہر نبی کے لئے ایک قبول ہونے والی دعا ہے۔ تمام انبیا نے وہ دعا مانگنے میں جلدی کی (یعنی وہ مانگ چکے) لیکن میں نے اپنی اس دعا کو بروز قیامت اپنی امت کے لئے اٹھا رکھا ہے، میری امت میں سے ہر وہ شخص میری

۳۷۔ الف: سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی شفاعة

ب: جامع الترمذی، کتاب صفة الرقائق، باب ماجاء فی الشفاعة

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ج: سنن ابن ماجہ: کتاب الزہد، باب ذکر الشفاعة

د: مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۲۱۳ مؤسسة قرطبة قاهره

۳۸۔ الف: بخاری: کتاب الدعواة، باب لکل نبی دعوة مستجابة

ب: مسلم: کتاب الایمان، باب اختباء النبی صلی الله علیه وسلم دعوة الشفاعة لأمته

ج: ترمذی، کتاب الدعوات، باب فضل لاحول ولاقوه إلا بالله

د: ابن ماجة: کتاب الزهد، باب ذکر الشفاعة

شفاعت پائے گا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ہوگا۔

یہ حدیث صراحتاً دلالت کر رہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت ہر اس شخص کو فائدہ پہنچائے گی جو آپ کی امت میں سے بغیر شرک کے فوت ہوگا۔

امام رازی فرماتے ہیں:

”کل واحد من هذه الاخبار و ان کان مرویا بالآحاد إلا انها کثیرة جداً و بینها قدر مشترک واحد وهو خروج اهل العقاب من النار بسبب الشفاعة فیصیر هذا المعنی مرویا علی سبیل التواتر فیکون حجة“ (۳۹)

ترجمہ: اس قسم کی تمام احادیث اگر چہ اخبار احاد ہیں لیکن بہت کثیر ہیں، اور ان سب کے درمیان ایک قدر مشترک ہے اور وہ شفاعت کے سبب اہل عقاب کا دوزخ سے نکلنا ہے تو یہ معنی گویا متواتر ہوگیا، اور جب متواتر ہوگیا تو (باب عقائد میں) حجت ہے۔(۴۰)

آیت کریمہ **”من ذا الذی یشفع عنده إلا بإذنه“**(۴۱) کے تحت امام رازی فرماتے ہیں۔

۳۹۔ تفسیر کبیر ج ۱، ص ۵۱۲، ۵۱۳

۴۰۔ علامہ سعد الدین التفتازانی فرماتے ہیں: **قوله صلی الله علیه وسلم شفاعتی لأهل الکبائر من امتی وهو مشهور بل الاحادیث فی باب الشفاعة متواترة المعنی. (شرح العقائد النسفیة** ص ۸۷، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم کا فرمان **”شفاعتی لاهل الکبائر من امتی“** یہ حدیث مشہور ہے بلکہ شفاعت کے باب میں احادیث متواتر المعنی ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ اپنی دوسری کتاب **المعتقد المنتقد** میں فرماتے ہیں:

قد روی عنه صلی الله علیه وسلم فی الصحاح و الحسان اخبار بالفاظ مختلفة بحیث لو جمعت احادها لبغت حد التواتر فی اثبات الشفاعة، (المعتقد المنتقد، ص ۱۱۷، مطبع اہل سنت، پٹنہ ۱۳۲۱ھ)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (باب شفاعت میں) صحیح اور حسن احادیث مختلف الفاظ میں کثرت سے مروی ہیں اگر ان کا مفہوم جمع کیا جائے تو شفاعت کے اثبات میں حد تواتر کو پہنچ جائیں گی۔

۴۱۔ البقرہ ۲۵۵: ترجمہ: اللہ کے اذن کے بغیر کون شفاعت کرے گا۔

اور کوئی اس کے آگے شفاعت نہیں کرے گا مگر اس کی اجازت سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بتوں کی شفاعت کا عقیدہ رکھتے تھے، تو اللہ نے ان کا رد فرمایا کہ صرف اس کی شفاعت کام آئے گی جس کو اللہ شفاعت کا حکم اور اس کا اذن دے گا۔ (۴۲)

پھر امام رازی نے قفال کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف فرماں بردار کی شفاعت کا اذن دے گا، اس کے بعد امام رازی نے قفال پر طعن کیا ہے کہ وہ معتزلہ کا مذہب نقل کرنے میں بڑا مبالغہ کیا کرتے تھے اور قفال کا یہ کہنا کہ صرف فرماں برداروں کی شفاعت کا اذن دے گا یہ اہل سنت کا مذہب نہیں بلکہ یہ تو معتزلہ کا مذہب ہے۔

یہ شفاعت کے بارے میں اہل سنت کے مذہب کا خلاصہ تھا جو ہم نے امام رازی کی تفسیر کبیر سے نقل کیا۔

۴۲۔ ترجمہ: ملخصاً تفسیر کبیر زیر آیت مذکور۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مسئلہ شفاعت

شفاعت کے سلسلہ میں شاہ اسماعیل دہلوی کے استاذ اور چچا (سراج الہند) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر فتح العزیز میں آیت کریمہ "**و اتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا و لا یقبل منها شفاعة**" (۴۳) کے تحت فرماتے ہیں:

"کوئی نفس اگرچہ کتنا ہی شاکر اور مقرب کیوں نہ ہو وہ کسی دوسرے نفس کی طرف سے جس نے کفر کیا ہو کچھ ادا نہیں کرے گا۔ اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور نہ نفس مقرب کی شفاعت کافر کے حق میں قبول کی جائے گی۔ معتزلہ اس آیت کو نفی شفاعت کی دلیل بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت کے دن شفاعت نہ ہوگی، لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس آیت کریمہ میں کافروں سے شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔ شفاعت کے وقوع پر بے شمار آیتیں اور احادیث دلالت کرتی ہیں، لہٰذا یہ آیت کریمہ جس میں شفاعت کی عام نفی ہے اس کی تخصیص ضروری ہے۔ اہل سنت نے نفی شفاعت کو کافروں کے ساتھ خاص کیا ہے اور محدثین نے بتواتر بیان کیا ہے کہ سوائے کافروں کے سب کے حق میں شفاعت کا حکم ہوگا۔ اور اس آیت کریمہ کا یہ معنی (کہ اس میں کافروں کی شفاعت کی نفی ہے) مناسب مقام معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ ہم کافر بھی ہوں گے پھر بھی

۴۳۔ البقرہ ۴۸: ڈرو اس دن سے جس میں کوئی نفس کسی نفس کی جانب سے کچھ بدلہ نہیں دے گا اور اس سے کوئی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔

ہمارے بزرگ آخرت کے عذاب سے ہمیں بچالیں گے۔شفاعت کی حقیقت یہ ہے کہ کامل کا کمال پھیل جائے اور اپنے ناقص پیروکاروں کو اپنے کمال میں اس طرح سمیٹ لے کہ ان کا نقص اس کے کمال سے پورا ہو جائے۔ دراصل شفاعت کا مدار دو چیزوں پر ہے، ایک تو یہ کہ نفس کامل کے کمال کا پھیل جانا کہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت سے قیامت کے دن کا وعدہ کیا گیا ہے۔اسی بسط اور احاطۂ وہبی کو شریعت میں ''اذن'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسری چیز یہ کہ ناقص لوگوں کا اہل کمال کے تابع ہونا بغیر ایمان اور بغیر صحت عقائد کے محال ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ کافروں اور منافقوں کی شفاعت نہیں ہے۔(ترجمہ ملخصاً)(۴۴)

شاہ عبدالعزیز صاحب آیت کریمہ ''**و الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنة هم فيها خالدون**''(۴۵) کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

صحیح مذہب جسے صحابہ اور تابعین نے بیان کیا ہے اور اہل سنت و جماعت نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ والا اگرچہ بغیر توبہ کے مرجائے وہ بخشنے کے قابل ہے، نماز جنازہ پڑھنے، اس کے لئے استغفار کرنے اور صدقات اور نیکیوں سے اس کی مدد کرنے میں وہ سب مسلمانوں کی طرح ہے۔اوراس کے حق میں پیغمبر علیہ السلام کی شفاعت اور اللہ کی رحمت کی امید رکھنا چاہیے، بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت بے نہایت سے یا پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے بعض گناہ کبیرہ والوں کو بخش دے گا، گو کہ بعض کو عذاب بھی دے گا، مگر جن کو عذاب ہوگا وہ بھی دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیں گے کیوں کہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا یہ کافروں کے ساتھ خاص ہے۔(ترجمہ ملخصاً)

ایک اور مقام پر ''**ربنا وابعث فيهم رسولا**''(۴۶) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

۴۴۔ تفسیر فتح العزیز: از شاہ عبدالعزیز دہلوی، ج ا، زیر تفسیر آیت مذکور

۴۵۔ البقرۃ ۸۲، ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی جنتی ہیں وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

۴۶۔ البقرۃ ۱۲۹، ترجمہ: اے ہمارے رب ان میں ایک برگزیدہ رسول ان ہی میں سے مبعوث فرما۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنی امت میں سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا، پھر بنو ہاشم کی، پھر قریش میں سے ان کی جو درجہ بدرجہ مجھ سے قریب ہیں۔ (ترجمہ ملخصاً)

فضائل سورۂ بقرۃ کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث مشہور میں آیا ہے کہ سورۂ بقرۃ اور سورۂ آل عمران قیامت کے دن دو بادل یا دو سیاہ سائبان کی صورت میں آئیں گی اور ان کے درمیان ایک چمکتا ہوا خط ہوگا یہ دونوں پرندوں کے غول کی مانند صف باندھ کر آئیں گی اور اپنے پڑھنے والے کی طرف سے شفاعت میں اصرار اور مجادلہ کریں گی یہاں تک کہ اس کو بہشت میں لے جایا جائے گا۔

اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب آیت کریمہ "**و عهدنا إلى ابراهيم و اسماعيل ان طهرا بيتي للطائفين و العاكفين و الركع السجود**" (۴۷) کے تحت ابن مردویہ، اصفہانی اور دیلمی سے بروایت جابر بن عبداللہ نقل کرتے ہیں:

"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کعبہ معظّمہ کو فرشتے دلہن کی طرح زیب و زینت سے آراستہ کر کے میدان محشر میں لے جائیں گے، راستہ میں جب میری قبر کے قریب سے گزریں گے تو کعبہ بزبان فصیح کہے گا السلام علیک یا محمد میں جواب دوں گا وعلیک السلام یا بیت اللہ تیرے ساتھ میری امت نے کیا سلوک کیا؟ اور تو ان سے کیسا سلوک کرے گا؟ تو کعبہ جواب دے گا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو تیری امت میں سے میری زیارت کو آیا میں اس کی کفالت کرتا ہوں اور اس کا شفیع ہوں گا، اور جو میری زیارت کو نہیں آیا اس کی آپ کفالت کریں اور اس کے شفیع ہوں۔

۴۷۔ البقرۃ ۱۲۵، ترجمہ: ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل سے عہد لیا کہ وہ میرا گھر طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے صاف ستھرا رکھیں۔

حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی کا عقیدہ

اسی طرح شفاعت کے سلسلہ میں شاہ مولانا رفیع الدین دہلوی (۴۸) تحریر فرماتے ہیں:

''امت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بآنجناب وامت ہر پیغمبر با پیغمبر خود فراہم آئند واز شدت ہول بر دلہا ہمہ را نظر سوئے آسمان باشد'' (۴۹)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت آپ کے ساتھ اور ہر پیغمبر کی امت اپنے پیغمبر کے ساتھ (میدان محشر میں) آئے گی، دلوں پر ہول اور دہشت کی شدت سے ہر نظر آسمان کی جانب ہوگی۔

کچھ اہوال قیامت کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

بالجملہ آخر لاچار شدہ بحضرت آدم علیہ السلام وسیلۂ جوئند و پیش ایشان بروند و بگویند کہ یا ابا البشر شاید کہ حق تعالیٰ شما را بدست خود آفریدہ واز فرشتگان خود سجدہ کنانیدہ و در بہشت خود ساکن گردانیدہ و اسماے ہمہ چیز ہا بیاموخت امروز برائے ما شفاعت کنید کہ مارا ازیں رنج و ہول حق تعالیٰ نجات بخشد، ایشان

۴۸۔ شاہ رفیع الدین دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند گرامی ہیں۔ ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۴۹ء میں ولادت ہوئی، والد گرامی کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف ۱۲/سال تھی اپنے بھائی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ماموں شاہ محمد عاشق پھلتی وغیرہ سے تحصیل علم کی، اور آخر الذکر سے بیعت ہوئے۔ منقولات کے علاوہ معقولات اور ریاضیات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، عربی فارسی اردو تینوں زبانوں میں ۳۰ سے زائد کتب یادگار چھوڑیں، شاہ عبدالعزیز کے ضعیف ہونے کے بعد مدرسہ رحیمیہ دہلی کی مسند صدارت کو زینت بخشی اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء میں وفات پائی اور اپنے والد ماجد کے پائنتی آسودۂ خاک ہوئے۔ دیکھئے: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان از حکیم محمود احمد برکاتی، ص ۱۰۵ تا ۱۰۸، مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، دہلی ۱۹۹۲ء

۴۹۔ قیامت نامہ: شاہ رفیع الدین دہلوی، ص ۱۴ مطبع انصاری دہلی سنہ ندارد۔

فرمائید کہ حق تعالیٰ بر سر خشم ست کہ گاہے چنین نبود و گاہے چنین نباشد و من تقصیرے کردہ ام کہ گندم بعد منع آنجناب خوردہ ام از مواخذہ آن ترسانم روئے شفاعت ندارم لیکن پیش نوح علیہ السلام بروید کہ اول پیغمبر بود کہ فرستادہ شد۔(۵۰)

ترجمہ: آخر کار لوگ لاچار ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ اے ابو البشر آپ کو حق تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا تھا اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا تھا اور آپ کو اپنی جنت میں رکھا تھا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے تھے، آج آپ ہمارے لئے شفاعت کیجیے کہ حق تعالیٰ ہمیں اس تکلیف اور دہشت سے نجات عطا فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج حق تعالیٰ ایسے غضب میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضب ناک ہوا اور نہ بعد میں کبھی ہوگا، مجھ سے ایک لغزش ہوگئی تھی کہ میں نے اللہ کے منع کرنے کے باوجود گندم کھالیا تھا، میں اب اس کے مواخذے سے ڈرتا ہوں شفاعت کا یارہ نہیں رکھتا۔ تم لوگ نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کہ وہ سب سے پہلے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔

اسی طرح لوگ دوسرے انبیا علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور ہر نبی دوسرے کے پاس بھیج دے گا۔ اس کی تفصیل لکھنے کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''پس مردم پیش آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیایند و گویند کہ یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شما محبوب خدا اید و حق تعالیٰ شمارا در دنیا بمغفرت اول و آخر بشارت دادہ و اگر حق تعالیٰ بر خلائق دیگر ازان گو بر خشم و عتاب باشد با شما ہیچ پرسش و مواخذہ نیست و شما خاتم النبیین ہستند اگر شما جواب دہید پیش کہ رویم البتہ شما برائے ما در جناب الٰہی شفاعت کنید کہ مارا ازیں بلا و ہول نجات بخشد،

۵۰۔ مرجع سابق، ص ۱۵

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایند آرے منم امروز برائے ایں کار وحق من است امروز برائے شفاعت گری پس آنجناب متوجہ شوند۔'' (۵۱)

ترجمہ: پھر لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے حضور والا آپ محبوب خدا ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں آپ کو مغفرت اول آخر کی بشارت دے دی تھی۔ اگر آج حق تعالیٰ دوسرے لوگوں پر غضب وعتاب فرما رہا ہے تو آپ سے کوئی پرسش اور مواخذہ نہیں ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں اگر آپ بھی جواب دے دیں گے تو ہم کس کے پاس جائیں گے بہرحال آپ بارگاہ الٰہی میں ہماری شفاعت کیجیے کہ باری تعالیٰ ہمیں اس بلا اور دہشت سے نجات عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے ہاں میں آج اس کام کے لئے ہوں اور آج شفاعت کرنا میرا حق ہے پھر آپ بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہوں گے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ بفرمائید یا محمد سر خود را بردار و ہر چہ گوئی بشنوم و ہر چہ خواہی بدہم و اگر شفاعت کنی قبول نمائیم پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر مبارک بر در آرند. و جناب الٰہی را چنداں ثنا و صفت نمایند کہ ہیچ کس از اولین و آخرین نگفتہ است باز فرمودند کہ مرا ہم ایں وقت حاضر نمی شود و دراین مقام بعد صفت و ثنا نیز بگویند الٰہی در دنیا ایں جبرئیل مرا از جناب تو عہد رسانیدہ کہ امروز مرا بہر چہ راضی شوم خورسند و شادماں نمائی، من امروز وفائے آن عہد می خواہم حق تعالیٰ بفرماید راست گفتہ است جبرئیل ہرگز دروغ نمی گوید امروز البتہ شمارا راضی می کنم وشفاعت شمارا قبول نمائیم۔'' (۵۲)

۵۱۔ مرجع سابق ص ۱۷

۵۲۔ مرجع سابق ص ۱۷، ۱۸

ترجمہ: حق تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ جو کچھ تم کہو گے وہ سنوں گا، جو طلب کرو گے دونگا، اگر شفاعت کرو گے تو قبول کروں گا، پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھائیں گے اور اللہ کی ایسی حمد بیان کریں گے جو اس سے پہلے اولین و آخرین میں سے کسی نے نہ کی ہوگی، پھر حمد و ثنا کے بعد فرمائیں گے۔ اے اللہ! دنیا میں جبرئیل نے مجھے تیرا وعدہ پہنچایا تھا کہ آج کے دن تو مجھے ہر طرح راضی کردے گا۔ میں آج اس وعدے کی تکمیل چاہتا ہوں حق تعالیٰ فرمائے گا جبرئیل نے سچ کہا تھا ہرگز غلط بیانی نہیں کی، آج بہر حال میں تمہیں راضی کروں گا اور تمہاری شفاعت قبول کروں گا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ وہ قبول کی جائے گی، پھر شاہ رفیع الدین فرماتے ہیں:

''پس جناب نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدست خود قفل جنت کشودہ مردم را در بہشت رسانیدہ خود متوجہ شوند و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر امت تفقد بسیار فرمایند و در این حالت امت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چہارم حصہ مجموع بہشتیاں باشد پس چوں خبر دادہ شود ایشاں را کہ چنداں ہزاراں ہزار در دوزخ افتادہ اند آنجناب بمقتضائے آن کہ رحمۃ للعالمین اند محزون شوند و در جناب الٰہی التجا نمایند کہ الٰہی امت مرا از دوزخ خلاص فرما۔ (۵۳)

ترجمہ: پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے جنت کا دروازہ کھول کر لوگوں کو جنت میں پہنچائیں گے، پھر اپنی امت کے حال کو دریافت فرمائیں گے اور اس وقت آپ کی امت تمام جنتیوں کا چوتھائی حصہ ہوگی، جب حضور کو یہ خبر دی جائے گی کہ ابھی ہزاروں ہزار لوگ آپ کی امت کے دوزخ میں ہیں، آپ چونکہ رحمت عالم ہیں، لہٰذا یہ خبر سن کر محزون و رنجیدہ

۵۳۔ مرجع سابق ص ۲۹

ہو جائیں گے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے کہ اے پروردگار! میری امت کو دوزخ سے نجات عطا فرما۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

''پس از جناب الٰہی حکم شود ہر کہ در دل او برابر یک جو ایمان باشد برآید و بمتابعت آنجناب انبیاے دیگر ہم شفاعت امتہائے خود بکنند پس آنجناب بحکم الٰہی فرشتگان ہمراہ گرفتہ درامت خود بر کنارۂ دوزخ تشریف آوردہ فرمایند کہ اے یاراں دوستان وعزیزان خود را یاد کنید واز حال آنہا نشان دہید تا ایں ملائکہ از آتش برآرند، شہیداں را شفاعت ہفتاد کس و حافظاں را شفاعت دہ کس وعلما واولیا را موافق مراتب ایشاں صدہا وہزارہا شفاعت دہند موافق اظہار ایشاں ملائکہ در آتش غواصی نمودہ برآرند و دریں پیش از ہمہ نجات عاصیان اہل بیت باشد''(۵۴)

ترجمہ: پھر بارگاہ الٰہی سے حکم صادر ہوگا کہ جس شخص کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت میں دیگر انبیا علیہم السلام بھی شفاعت فرمائیں گے، پھر حضور اللہ کے حکم سے فرشتوں کو ساتھ لے کر دوزخ کے کنارے پر آئیں گے اور فرمائیں گے اے میرے احباب اپنے دوستوں اور عزیزوں کو یاد کرو اور ان کی نشانی بتاؤ تاکہ یہ فرشتے ان کو دوزخ سے نکالیں۔ شہید ستر لوگوں کی اور حافظ دس لوگوں کی شفاعت کریں گے اور علما واولیا اپنے اپنے مقام ومرتبہ کے مطابق ہزار وہزار لوگوں کی شفاعت کریں گے اور ان کے کہنے کے مطابق فرشتے آگ میں غوطہ لگا کر ان لوگوں کو نکالیں گے اس موقع پر سب سے پہلے گنہگاران اہل بیت کی شفاعت کی جائے گی۔

اس پہلی شفاعت کے بعد پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی خبر گیری

۵۴۔ مرجع سابق، ص۲۹

فرمائیں گے اور دوسری مرتبہ پھر شفاعت کریں گے۔ ان حالات کو شاہ رفیع الدین صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''بعد ازیں پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باز تفقد بامت خود نمایند کہ حالا چہ قدر در دوزخ ماندہ اند مردم عرض کنند کہ ہنوز ہزار ہا در آتش اند پس بار دگر بدستور سابق در جناب الٰہی شفاعت نمایند، حکم شود کہ ہر کہ را ہم سنگ دانۂ خردل ایمان در دل باشد او را نیز از دوزخ برآرید پس آنجناب بدستور سابق اصحاب و علما و اولیا را فرمایند کہ ہر یکے از شناختگان و متوسلان خود را یاد آرید از آتش برون کنانید موافق فرمودہ بعمل آرند ہزاراں ہزار کس از آتش برآیند۔'' (۵۵)

ترجمہ: اس کے بعد پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی خبر گیری فرمائیں گے کہ ابھی کتنی امت دوزخ میں ہے، لوگ عرض کریں گے ابھی بھی ہزاروں لوگ آگ میں ہیں، پس دوسری مرتبہ بھی پہلے کی طرح بارگاہ الٰہی میں شفاعت کریں گے، حکم ہوگا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کی برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، لہٰذا حضور ﷺ حسب سابق اپنے اصحاب اور علما و اولیا سے فرمائیں گے کہ ہر شخص اپنے پہچان والوں کو یاد کرے اور ان کو آگ سے نکال لے، چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا جائے گا اور ہزاروں ہزار لوگ دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔

دو بار شفاعت فرمانے کے بعد تیسری مرتبہ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے، شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''بعد ازیں شفاعت باز تفقدے بحال امت نمایند و بعد از دریافتن احوال عاصیاں در جناب الٰہی بار دگر بدستور سابق شفاعت کنند و اذن یابند تا ہر کرا بقدر دنائۓ ذرۂ ایمان باشد برآرند پس ہماں بدستور سابق متوسلان آنجناب بحکم ایشاں خلق عظیم را از دوزخ برآرند (۵۶)

۵۵۔ مرجع سابق، ص ۲۹
۵۶۔ مرجع سابق، ص ۲۹

ترجمہ: اس شفاعت کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر اپنی امت کی خبر گیری فرمائیں گے اور گنہگاروں کا حال جاننے کے بعد پھر بارگاہ الٰہی میں حسب سابق شفاعت کریں گے اور شفاعت کی اجازت پائیں گے کہ ہر وہ شخص جس کے دل میں ادنیٰ ذرے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے باہر کرلیا جائے، لہٰذا پہلے کی طرح اس بار بھی حضور کے متوسلین آپ کے حکم سے خلق عظیم کو دوزخ سے نکالیں گے۔

مقام محمود سے شفاعت مراد ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عسیٰ ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا. (۵۷)

ترجمہ: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔

اس آیت کریمہ میں جس مقام محمود کی بشارت دی گئی ہے اس سے مرتبۂ شفاعت مراد ہے، اس باب میں بے شمار احادیث وارد ہیں، امام قاضی عیاض نے ان میں سے کئی احادیث ذکر کر کے فرمایا ہے:

”ان المقام المحمود هو مقامه عليه السلام للشفاعة و هو مذهب السلف من الصحابة و التابعين و عامة ائمة المسلمين و بذلک جاء تفسيره فی صحيح الاخبار عنه عليه السلام و جاء ت مقالة فی تفسيرها شاذة عن بعض السلف بحيث لا يثبت اذ لم يعضدها صحيح الاثر و لاسديد النظر و لو صحت لكان تاويل غير مستنكرة لكن ما فسره النبی صلی الله عليه وسلم فی صحاح الآثار يرد وجوده فلايجب ان يلتفت إليه مع أنه لم يات فی كتاب و لاسنة و لا اتفقت علی المقال امة“ (۵۸)

ترجمہ: مقام محمود حضور علیہ السلام کا مقام شفاعت ہے، اور یہی سلف صالحین صحابہ اور تابعین اور ائمہ مسلمین کا مذہب ہے، احادیث مبارکہ میں بھی مقام محمود

۵۷۔ الاسراء: ۷۹

۵۸۔ کتاب الشفا: قاضی عیاض، الباب الثالث، فصل فی الشفاعة و المقام المحمود۔

کی تفسیر مقام شفاعت سے کی گئی ہے ہاں البتہ بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بعض شاذ اقوال وارد ہوئے ہیں، لیکن وہ ثابت نہیں ہیں اس لئے کہ ان کی تقویت وتائید نہ صحیح حدیث سے ہوتی ہے اور نہ ہی نظر سدید سے، اور اگر ان تفسیر شاذہ کو درست تسلیم بھی کرلیا جائے تو ان کی تاویل ناممکن نہیں ہے۔لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمادی جو صحیح احادیث میں ہے تو اس نے ان شاذ اقوال کو رد کردیا تو ضروری نہیں ہے کہ ان کی طرف توجہ کی جائے حالانکہ اس تفسیر شاذ پر کتاب وسنت اور اجماع امت سے کوئی دلیل بھی نہیں۔(۵۹)

۵۹۔ آیت کریمہ میں مقام محمود سے مقام شفاعت مراد ہے، امام ترمذی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ”**قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ تعالیٰ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محموداً و سئل عنها قال هی الشفاعة، هذا حدیث حسن**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان ”**عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا**“ کے بارے میں حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شفاعت ہے۔امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس، حضرت حذیفۃ الیمان، مجاہد، قتادہ، حسن بصری، ابن ابی نجیح اور ابن جریر کی روایتیں نقل کی ہیں جن میں صراحت ہے کہ اس آیت میں مقام محمود سے مقام شفاعت مراد ہے (دیکھئے تفسیر ابن کثیر زیر آیت مذکور) اس سلسلے میں مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

احادیث شفاعت

ہم یہاں بعض احادیث نقل کریں گے جن میں امت مسلمہ اور اس کے گنہگاروں کو شفاعت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

حدیث (۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خیرت بین الشفاعة و بین ان یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانها أعم و اکفیٰ اترونها للمتقین لا و لکنها للمذنبین الخطائین المتلوثین."(٦٠)

٦٠۔(الف) سنن ابن ماجہ، باب ذکر الشفاعۃ، ج ۲، ص ۴۴۱۔

(ب) مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۷۵ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(ج) ابن حبان نے اس حدیث کو حضرت عوف بن مالک الاشجعی سے روایت کیا ہے اس کے آخر کے الفاظ یہ ہیں: "أن **شفاعتی لمن مات لایشرک باللہ شیئا من امتی**" (صحیح ابن حبان، ج ۱، ص ۴۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۹۳ء)

ترجمہ: میری شفاعت میری امت میں سے ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کی ذات میں کسی کو شریک نہیں کرے گا اور اسی حال میں دنیا سے جائے گا۔

(د) امام حاکم نے بھی اس حدیث کو حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "**وهی لکل مسلم**" (اور وہ یعنی (شفاعت) ہر مسلمان کے لئے ہے) امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علت بھی نہیں ہے۔ (المستدرک للحاکم، کتاب الایمان ج ۱، ص ۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(ھ) امام ترمذی نے بھی اس کو حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے، اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: "**وهی لمن مات لایشرک باللہ شیئاً**" (جامع الترمذی: **کتاب صفة القیامة و الرقائق و الورع، باب ماجاء فی الشفاعة.**)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ میں شفاعت کو لوں یا پھر میری آدھی امت جنت میں داخل ہو، تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا کیوں کہ وہ عام اور کافی ہے۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ وہ نیکوکاروں کے لئے ہے؟ نہیں بلکہ وہ گنہگاروں، خطاکاروں اور عصیاں شعاروں کے لئے ہے۔

حدیث (۲)

امام احمد بن حنبل اور حاکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ نے سوال کیا یارسول اللہ شفاعت کے بارے میں آپ کے رب نے آپ پر کیا نازل کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"شفاعتی لمن شهد ان لا اله إلا الله مخلصاً يصدق قلبه لسانه و لسانه قلبه" (٦١)

ترجمہ: میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہے جس نے اخلاص کے ساتھ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، گواہی اس طور پر کہ اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرے اوراس کی زبان اس کے دل کی تصدیق کرے۔

حدیث (۳)

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ روایت کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشادفرمایا:

"اريت ما تلقى امتى بعدى و يسفك بعضهم دماء بعض و سبق ذلك من الله كما سبق فى الامم قبلكم فينبغى ان يولينى شفاعته يوم القيامة فيهم ففعل"(٦٢)

٦١۔ (الف) المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج۱،ص۱۴۱دارالکتب العلمیہ، بیروت، امام حاکم نے اس حدیث کوصحیح الاسنادقراردیاہے۔

(ب) مسنداحمدبن حنبل، ج۲،ص۳۰۷مؤسسة قرطبة قاهرة

٦٢۔ المعجم الاوسط، ج۵،ص۵۳، دارالحرمین قاہرہ۱۴۱۵ء

ترجمہ: میری امت میرے بعد جن حالات سے گزرے گی اور ایک دوسرے کا خون بہائے گی وہ سب مجھے دکھایا گیا، یہ سب اللہ کی جانب سے مقدر تھا جیسا کہ تم سے پہلی والی امتوں کے حق میں مقدر تھا، تو مناسب تھا کہ مجھے ان کی شفاعت دے دی جائے، تو اللہ نے ایسا ہی کیا۔

حدیث (۴)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"لکل نبی دعوة یدعوبها و اختبأت دعوتی شفاعة لامتی یوم القیامة" (۶۳)

ترجمہ: ہر نبی کے لئے ایک مقبول دعا ہے جس کو وہ کرتا ہے، میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے رکھا ہے۔

اس حدیث کو نقل کر کے امام قاضی عیاض فرماتے ہیں:

"قال اهل العلم معناه دعوة أعلم انها تستجاب لهم و یبلغ فیها مرغوبهم إلا فکم لکل نبی منهم من دعوة مستجابة و لنبینا صلی الله علیه وسلم منها ما لایعد لکن حالهم عند الدعاء بها بین الرجاء و الخوف و ضمنت لهم اجابة دعوة فیما شاء وا یدعون بها علی یقین من الاجابة" (۶۴)

۶۳۔ اس حدیث کی تخریج حاشیہ نمبر ۳۸ میں گذر گئی، امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے، فرماتے ہیں:
"قلت حدیث لکل نبی دعوة الی آخره متواتر" (میں کہتا ہوں کہ حدیث "لکل نبی دعوة" متواتر ہے) مزید فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے جس کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر، عبادہ بن الصامت اور ابو سعید خدری سے مروی ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل سے مروی ہے جس کو بزار اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: البدور السافرة فی امور الآخرة، امام سیوطی، ص ۵۷، مطبع محمدی، لاہور ۱۳۱۱ھ)

۶۴۔ کتاب الشفاء، القسم الاول، الباب الثالث: "فصل فی تفضیله بالشفاعة" ج ۱ ص ۲۲۳، مطبوعہ پور بندر، گجرات، سنہ ندارد

ترجمہ: اہل علم نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی دعا ہے جس کی قبولیت کا پہلے سے علم دے دیا گیا ہے، ورنہ حضرات انبیا کی کتنی ہی ایسی دعائیں ہیں جو مقبول و مستجاب ہیں، اور خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی مقبول و مستجاب دعائیں حد و شمار سے باہر ہیں، لیکن ان دعاؤں کے وقت وہ امید و خوف کے درمیان ہوتے ہیں (کہ قبول ہو یا نہ قبول ہو) مگر ایک دعا کے بارے میں ان کو ضمانت دے دی گئی ہے کہ جس کے بارے میں کریں وہ یقیناً قبول ہوگی۔

حدیث (۵)

امام سیوطی البدور السافرہ میں شیخین کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے خطبہ میں فرمایا:

"سیکون فی ھذہ الأمة قوم یکذبون بالرحم و بالدجال و یکذبون بطلوع الشمس من مغربھا و یکذبون عذاب القبر و یکذبون بالشفاعة و یکذبون بقوم یخرجون من النار بعد ما امتحشوا." (۶۵)

ترجمہ: اس امت میں ایک ایسی قوم ہوگی جو رحم اور دجال کو جھٹلائے گی اور سورج کے (قیامت کے قریب) مغرب سے طلوع ہونے کو جھٹلائے گی اور عذاب قبر اور شفاعت کا انکار کرے گی اور ان لوگوں کا انکار کرے گی جو دوزخ میں جلنے کے بعد نکالے جائیں گے۔

حدیث (۶)

امام سیوطی سعید بن منصور، بیہقی اور ہناد کے حوالے سے حضرت انس بن مالک کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا:

"من کذب الشفاعة فلانصیب له و من کذب الحوض فلیس له

۶۵۔ البدور السافرة فی امور الآخرة، امام سیوطی، ص۱۵۴، مطبع محمدی، لاہور ۱۳۱۱ھ

فیه نصیب"(٦٦)

ترجمہ: جس نے شفاعت کو جھٹلایا اس کا شفاعت میں کوئی حصہ نہیں اور جس نے حوض کا انکار کیا تو اس کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

بزاز، طبرانی اور ابونعیم نے بسند حسن روایت کیا کہ حضرت علی ابن ابی طالب سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اشفع لأمتی حتی ینادینی ربی عز و جل فیقول ارضیت یا محمد فأقول نعم رضیت"(٦٧)

ترجمہ: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے ندا دے گا اور فرمائے گا اے محمد کیا تم راضی ہو گئے؟ میں عرض کروں گا ہاں میں راضی ہو گیا۔

حدیث (٨)

ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے حدیث روایت کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"شفاعتی لأهل الکبائر من امتی" (٦٨)

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گنہگاروں کے لئے ہے۔

حدیث (٩)

طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اول من اشفع له من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من

٦٦۔ مرجع سابق نفس الصفحہ

٦٧۔ (الف) مسند البزار، ج ٢، ص ٢٤٠، مؤسسۃ علوم القرآن، بیروت ١٤٠٩ھ

(ب) المعجم الاوسط، للطبرانی، ج ٢، ص ٣٠٧، دار الحرمین، قاہرہ ١٤١٥ھ

(ج) حلیة الاولیاء، ابو نعیم الاصفهانی، ج ٣، ص ١٧٩، دار الکتاب العربی، بیروت ١٤٠٥ھ

٦٨۔ (الف) سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب فی الشفاعة حدیث نمبر ٤٧٣٩

(ب) جامع الترمذی، کتاب صفة القیامة و الرقائق، باب ماجاء فی الشفاعة

(ج) المستدرک للحاکم: ج ١، ص ١٤٠، دار الکتب العلمیة بیروت ١٤١١ھ

(د) السنن الکبریٰ للبیهقی: ج ١، ص ١٩٠، مکتبة دار الباز ١٤١٤ھ

قـريـش و الانصار ثم من آمن بی و اتبعنی من اهل الیمن ثم سائر العرب ثم الأعاجم و اول من اشفع له اولو الفضل" (٦٩)

ترجمہ: میں اپنی امت میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ جو قریش میں سے مجھ سے قریب ہوگا پھر انصار کی، پھر اہل یمن میں سے جو مجھ پر ایمان لایا ہوگا اور میری اتباع کی ہوگی پھر تمام عرب کی پھر اہل عجم کی، میں سب سے پہلے فضل والوں کی شفاعت کروں گا۔

حدیث (١٠)

انھیں طبرانی نے عبدالملک بن عباد سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"اول مـن اشـفـع لـه مـن امتـی اهـل المدینة ثم اهل مکة ثم اهل الطائف" (٧٠)

ترجمہ: میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا پھر اہل مکہ کی پھر اہل طائف کی۔

٦٩۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ١٢، ص ٤٢١، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل ١٤٠٤ھ

٧٠۔ المعجم الأوسط للطبرانی، ج ٢، ص ٢٢٩، دارالحرمین، قاہرہ ١٤١٥ھ

وہ اعمال جو شفاعت کو واجب کرتے ہیں

احادیث صحیحہ میں بہت سے ایسے اعمال کا ذکر ہے جن کو کرنے سے آدمی شفاعت کا مستحق ہوجاتا ہے۔

امام بخاری حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من قال حین یسمع النداء اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ و الصلاۃ القائمۃ آت محمد الوسیلۃ و الفضیلۃ و ابعثہ مقاماً محموداً الذی وعدتہ، حلت لہ شفاعتی یوم القیامۃ“ (۷۱)

ترجمہ: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا مانگی اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ الخ وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگیا۔

مسلم شریف میں بھی اس کے مثل روایت موجود ہے۔(۷۲)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو نافع نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا:

”من زار قبری وجبت لہ شفاعتی“ (۷۳)

۷۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء

۷۲۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعہ

۷۳۔ (الف) سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، ج۲، ص۲۷۸ دارالمعرفہ، بیروت

(ب) شعب الایمان، البیھقی، ج۳، ص۴۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۴ھ

(ج) تاریخ المدینۃ لابن النجار، ص۱۴۲

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(د)الضعفاء للعقیلی، ج۴،ص۱۷۰، دار المکتبۃالعلمیۃ، بیروت۱۴۰۴ھ
امام عبدالحق الاشبیلی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، امام سبکی نے شفاء السقام میں اس کو صحیح یا بر سبیل تنزل حسن قرار دیا ہے، پوری بحث کر کے فرماتے ہیں:"بذلک تبین ان اقل درجات ھذا الحدیث ان یکون حسنا"
شفاءالسقام: تقی الدین السبکی :ص۹: دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدآباد۱۳۱۵ھ
ملاعلی قاری نے فرمایا:"صححه جماعة من ائمة الحدیث" (ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)شرح شفا: ملاعلی قاری، ج۲،ص۱۴۹ مطبع عثمانیہ، استنبول۱۳۱۶ھ
امام سیوطی فرماتے ہیں"له طرق و شواھد حسنه لأجلھا الذھبی" (اس کے متعدد طریقے اور شواہد ہیں جن کی وجہ سے امام ذہبی نے اس کو حسن قرار دیا ہے)مناھل الصفا، جلال الدین سیوطی،ص۷۰، مطبوعہ مصر۱۲۷۶ھ
دارقطنی ،بیہقی اور ابن نجار نے اس کو مندرجہ ذیل طریق سے روایت کیا ہے:"عن موسیٰ ابن ھلال العبدی عن عبید الله بن عمر المصغر و عبد الله بن عمر العمری کلاھما عن نافع عن ابن عمر به مرفوعاً" ابن عبدالہادی نے الصارم المنکی میں اوران کی اتباع میں شیخ ناصرالدین البانی نے اس حدیث کو بڑی شدومد کے ساتھ ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔علامہ محمود سعید ممدوح نے ان دونوں حضرات کی جرح پر بہت تحقیقی کلام کیا ہے۔ہم یہاں نہایت اختصار کے ساتھ علامہ محمود سعید کی کتاب رفع المنارۃ سے اس بحث کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:
اس حدیث کی سند پر تین وجوہ سے اعتراض کرتے ہوئے اس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے(۱) موسیٰ بن ہلال مجہول ہیں اور اس حدیث میں اضطراب ہے۔
(۲) عبیداللہ بن عمرالمصغر جو ثقہ حافظ ہیں ان سے موسیٰ بن ہلال کی روایت صحیح نہیں ہے(۳) عبداللہ بن عمرالعمری جن سے موسیٰ بن ہلال کی روایت درست ہے وہ ضعیف ہیں۔
ان تینوں جرحوں کا جائزہ لیتے ہوئے علامہ محمود سعید ممدوح فرماتے ہیں:
(۱) موسےٰ بن ہلال مجہول نہیں ہیں بلکہ حسن الحدیث ہیں۔ابن عدی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے"ارجو انه لا باس به" اورامام ذہبی نے ان کو"صالح الحدیث"قرار دیا ہے۔موسیٰ بن ہلال سے متعدد ائمہ حفاظ نے روایت کی ہے جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں اور اگر بالفرض موسیٰ بن ہلال ضعیف بھی ہوں تو وہ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ اس کے متابع موجود ہیں،اور دعویٰ ضطراب اس وقت درست ہوتا جب اس کی مختلف روایتوں میں جمع ممکن نہ ہوتی جب کہ یہاں دووجوہ سے جمع ممکن ہے۔
(۲) یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ عبیداللہ المصغر سے موسیٰ بن ہلال کی روایت درست نہیں کیونکہ موسیٰ بن ہلال کی ان سے روایت متعدد طرق سے ثابت ہے۔اور یہ معترض کو بھی اعتراف ہے کہ عبیداللہ المصغر ثقہ حافظ ہیں۔
(۳) عبداللہ بن عمرالعمری کے ضعیف ہونے کا دعویٰ بھی بہت کمزور ہے اگرچہ ابن عبدالہادی نے ان کو ضعیف قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر اس کے باوجود ہمارا دعویٰ ہے کہ عبداللہ بن عمرالعمری ''حسن الحدیث'' ہیں۔یہ درست

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"من جاء نی زائرا لایعلمه حاجة إلا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة" (۷۴)

ترجمہ: جو شخص میری زیارت کو آئے اور میری زیارت کے علاوہ اس کی اور کوئی حاجت نہ ہو تو اس کا مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ طیبہ کے بارے میں فرمایا:

"لایثبت احد علی لاوائها و جهدها إلا کنت له شفیعاً أو شهیدا یوم القیامة" (۷۵)

ہے کہ بعض ناقدین نے ان پر جرح کی ہے مگر امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں فرمایا ہے "صالح قد روی عنه لابأس به" اور امام ابن معین نے ان کے باری میں فرمایا "لیس به بأس یکتب حدیثه" اور اگر عبداللہ بن عمر العمری نافع مولیٰ بن عمر سے روایت کریں تو ابن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "صالح ثقة"
تفصیل کے لیے دیکھئے: "رفع المنارة لتخریج احادیث التوسل و الزیارة" از صفحہ ۲۸۰ تا ۳۱۳، دارالامام الترمذی القاہرہ

۷۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۲، ص ۲۹۱ مکتبة العلوم و الحکم موصل ۱۹۸۳ء

۷۵۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة
حدیث پاک میں لفظ "أو" وارد ہوا ہے یعنی "قیامت کے دن شفیع یا گواہ ہوں گا" بعض علما نے فرمایا کہ یہاں لفظ "أو" راوی کے شک کی بنیاد پر ہے یعنی راوی حدیث کو سننے میں شک واقع ہوا کہ حضور علیہ السلام نے شفیع فرمایا تھا یا شہید فرمایا تھا، اس لئے انھوں نے "شفیعاً او شهیداً" کہا: امام شرف النووی قاضی عیاض کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اظہر یہ ہے کہ یہاں لفظ "او" شک کی بنیاد پر نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ، سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، ابو ہریرة، اسما بنت عمیس اور صفیہ بنت ابی عبید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اسی طرح مروی ہے، یہ بات بہت بعید ہے کہ ان تمام لوگوں کو سننے میں شک واقع ہوا ہو، لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اسی طرح فرمایا ہوگا۔
لفظ "أو" کی تشریح کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں کہ یا تو یہ مراد ہے کہ بعض اہل مدینہ کا شفیع ہوں گا اور بعض کا گواہ، یا پھر یہ مراد ہوگی کہ ان میں سے گنہگاروں کا شفیع ہوں گا اور نیکو کاروں کا گواہ، یا پھر یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ جو میرے سامنے انتقال کرے گا اس کا گواہ ہوں گا اور جو میری وفات کے بعد انتقال کرے گا اس کا شفیع ہوں گا۔ (ترجمہ ملخصاً) شرح مسلم للامام النووی ج ۹، ص ۱۳۶، داراحیاء التراث، بیروت ۱۳۹۲ھ

ترجمہ: جو مدینہ کی سختی اور بھوک پر ثابت قدم رہا میں بروز حشر اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"من استطاع منکم ان یموت بالمدینة فلیمت بالمدینة فانی اشفع لمن مات بها" (۷۶)

ترجمہ: تم میں سے جو اس کی استطاعت رکھتا ہے کہ مدینہ میں اس کو موت آئے تو اس کو مدینہ میں مرنا چاہیے اس لئے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کا شفیع ہوں گا۔

امام طبرانی نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من مات فی احد الحرمین استوجب شفاعتی و کان یوم القیامة من الآمنین"(۷۷)

ترجمہ: جو شخص مکے یا مدینے میں مرا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی اور قیامت کے دن وہ امن والوں میں سے ہوگا۔

امام بیہقی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"اکثروا الصلاة علیّ یوم الجمعة و لیلة الجمعة فمن فعل ذلک کنت له شهیدا و شافعاً یوم القیامة" (۷۸)

۷۶۔(الف) ترمذی کتاب المناقب، باب فی فضل المدینة، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

(ب) صحیح ابن حبان ج۹ص ۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۱۴ھ

(ج) السنن الکبریٰ للنسائی، ج۲ص ۴۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ

(د)سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، باب فضل المدینة

۷۷۔المعجم الکبیر للطبرانی، ج۶ص۲۴، مکتبة العلوم و الحکم موصل ۱۹۸۳ء بطریق زازان عن سلمان مرفوعاً

۷۸۔ شعب الایمان: للبیہقی، ج۳ص ۱۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ

ترجمہ: جمعہ کے دن اور رات میں میرے اوپر درود کی کثرت کرو، پس جس نے ایسا کیا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

امام طبرانی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"من صلی علیّ حین یصبح عشرا و حین یمسی عشرا ادرکته شفاعتی یوم القیامة" (۷۹)

ترجمہ: جو مجھ پر صبح دس مرتبہ اور شام دس مرتبہ درود پڑھے قیامت کے دن میری شفاعت کا حقدار رہو۔

۷۹۔ امام طبرانی کی معاجم ثلاثہ میں یہ حدیث تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ البتہ امام ابوبکر الہیثمی نے مجمع الزوائد میں طبرانی کے حوالے سے اس کو نقل کر کے لکھا ہے: **"رواہ الطبرانی باسنادین و اسناد احدھما جید و رجاله وثقوا"** (اسے طبرانی نے دو سندوں سے روایت کیا ہے، ان میں سے ایک سند جید ہے اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا گیا ہے۔) دیکھئے مجمع الزوائد، الہیثمی، ج ۱۰، ص ۱۲۰ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ

ملائکہ علما، شہدا، صالحین اور مؤذنین کی شفاعت

امام ابن ماجہ اور بیہقی نے عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء"(۸۰)

ترجمہ: قیامت کے روز تین گروہ شفاعت کریں گے، انبیا پھر علما پھر شہدا۔

امام ابوداؤداور ابن حبان حضرت ابوالدردا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"یشفع الشہید فی سبعین من اھل بیتہ" (۸۱)

ترجمہ: شہید اپنے کنبے کے ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔

امام احمد، طبرانی، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسی معنی کی حدیث روایت کی ہے۔ دیلمی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

یقال للعالم اشفع فی تلامیذک و لو بلغ عددھم نجوم السماء (۸۲)

ترجمہ: عالم سے کہا جائے گا کہ تو اپنے شاگردوں کی شفاعت کر خواہ ان کی تعداد آسمان کے تاروں کی برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۸۰۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الشفاعۃ

۸۱۔ (الف) سنن ابو داؤد : کتاب الجہاد، باب فی الشہید یشفع

(ب) صحیح ابن حبان، ج ۱، ص ۵۱۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۹۳ء

۸۲۔ الفردوس بمأثور الخطاب الدیلمی، ج ۵، ص ۴۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ

امام ترمذی، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثر من بنی تمیم"(۸۳)

ترجمہ: میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلۂ بنی تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

امام ابویعلیٰ اور بیہقی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دو شخص ایک جنگل میں چلے ان میں ایک عابد تھا دوسرا فاسق تھا، عابد کو پیاس لگی اور پیاس کی شدت سے وہ گر گیا، اس کا ساتھی اس کو دیکھنے لگا اور اس کے پاس پانی تھا اس نے سوچا اگر یہ شخص پیاسا مر گیا اور میرے پاس ہے تو مجھے اللہ کی جناب سے ہرگز بھلائی نصیب نہیں ہوگی اور اگر میں اس کو اپنا پانی پلا دوں تو میں مر جاؤنگا، پھر اس نے اللہ پر توکل کیا اور اس کو پانی پلا دیا۔ عابد اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ان دونوں نے وہ جنگل پار کر لیا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز فاسق کا حساب ہوگا اور اس کو دوزخ کا حکم ہو جائے گا، تو فرشتے اس کو دوزخ کی طرف پکڑ کر لے جائیں گے، اسی درمیان وہ عابد کو دیکھے گا اور اس کو پکارے گا اے فلاں کیا تو مجھے نہیں پہچانتا عابد کہے گا تو کون ہے؟ فاسق کہے گا میں وہی ہوں جس نے جنگل والے سفر میں ایثار سے کام لیتے ہوئے تجھے پانی پلایا تھا، عابد کہے گا ہاں میں نے تجھے پہچان لیا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا رک جاؤ اور اللہ سے عرض کرے گا کہ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ اس کا مجھ پر احسان ہے اور کیسے اس نے مجھے اپنے آپ پر فوقیت دی تھی تو اس کو بخش دے، اللہ تعالیٰ

۸۳۔(الف) جامع الترمذی، کتاب صفة القیامة و الرقائق، باب ماجاء فی الشفاعة، امام ترمذی نے اس حدیث کو "حسن صحیح غریب" قرار دیا ہے۔

(ب) المستدرک للحاکم، ج۳، ص۴۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ۔ امام حاکم نے اس حدیث کو "صحیح الاسناد" قرار دیا ہے، نیز امام حاکم ہشام کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہے جس کی شفاعت سے اتنے لوگ جنت میں جائیں گے؟ تو حسن نے فرمایا وہ اویس قرنی ہیں۔

فرمائے گا جا بخش دیا، عابد یہ سنتے ہی آئے گا اور فاسق کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جنت میں لے جائے گا۔(۸۴)

اس مضمون کی بہت سے روایتیں مختلف کتب میں ہیں۔

ابن ابی العاص اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ "**لیوفیھم اجورھم و یزیدھم من فضله**"(۸۵) کے بیان میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"**اجورھم یدخلھم الجنة و یزیدھم من فضله الشفاعة لمن وجبت له الشفاعة لمن صنع الیھم المعروف فی الدنیا**"(۸۶)

ترجمہ: ان کا اجر پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ان کو جنت میں داخل کرے گا، اور اپنے فضل سے زیادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جنھوں نے دنیا میں ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کی ہو ان کے حق میں اللہ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

امام بزار نے حدیث نقل کی ہے:

عن ابی موسیٰ الاشعری ان النبی ﷺ قال الحاج یشفع فی اربع مائة من اھل بیته. (۸۷)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاجی اپنے خاندان والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا۔

اسحاق بن راہویہ روایت کرتے ہیں:

مامن مسلمین یموت لھما ثلاثة اطفال لم یبلغوا الحنث إلا جیئ بھم حتیٰ یوقفوا علی باب الجنة فیقال لھم ادخلوا الجنة

۸۴۔(الف) مسند ابی یعلی، ج۷، ص۲۱۵، دارالمأمون للتراث، دمشق ۱۴۰۴ھ

(ب) المعجم الاوسط للطبرانی، ج۳، ص۱۹۴، دارالحرمین، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

۸۵۔ الفاطر ۳۰، ترجمہ: تاکہ اللہ انھیں پورا پورا اجر عطا فرمائے اور اپنے فضل سے مزید ان کے فضل میں اضافہ کرے۔

۸۶۔(الف) المعجم الکبیر، ج۱۰، ص۲۰۱، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء

(ب) حلیة الاولیاء، ابونعیم، ج۷، ص۱۲۸، دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ

۸۷۔ المسند البزار: ابوبکر احمد البزار، ج۸، ص۱۷۰، مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۴۰۹ھ

فیقولون أندخل ولم یدخل ابوانا فقال لھم فلا أدری فی الثانیة أو الثالثة أدخلوا الجنة وابواکم. (۸۸)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچوں کی موت ہو جائے وہ تینوں جنت کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں گے ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو وہ کہیں گے کہ ہم کیسے داخل ہوں کہ ہمارے ماں باپ جنت میں داخل نہیں ہوئے۔ دوسری یا تیسری بار میں (راوی کو شک ہے کہ حضور نے کیا فرمایا تھا) حکم ہوگا کہ تم اور تمہارے ماں باپ جنت میں داخل ہو جائیں۔

ابونعیم روایت کرتے ہیں:

عن أبی امامة عن النبی ﷺ قال زراری المسلمین یوم القیامة تحت العرش شافعین و مشفعین. (۸۹)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے (نابالغ) لڑکے قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گے وہ شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن عبداللّٰہ بن عمرو ان رسول اللّٰہ ﷺ قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامة یقول الصیام ای رب منعته الطعام والشھوات بالنھار فشفعنی فیه ویقول القرآن منعته النوم باللیل فشفعنی فیه قال فیشفعان. (۹۰)

۸۸۔ مسند اسحاق بن راہویہ، ج۴، ص۲۵۱، مکتبة الایمان، المدینة المنورة ۱۴۲۱ھ

اسحاق بن راہویہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں "فی اسناده صدوق تغیر فی آخره ولکنه یتقوی بشواھده والحدیث صحیح"

۸۹۔ ابونعیم: بحوالہ البدور السافرة للسیوطی ص۱۶۲ مطبع محمدی لاہور ۱۳۱۱ھ

۹۰۔ مسند احمد بن حنبل، ج۲، ص۱۷۴، مؤسسة قرطبة قاھرہ

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن قیامت کے روز شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا کہ میں نے اسے کھانے اور شہوت سے باز رکھا، اے اللہ! تو میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما، قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو سونے سے باز رکھا تو میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما تو اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

امام طبرانی حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں:

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال لا تزال الشفاعة بالناس وهم يخرجون من النار حتى ان ابليس ليتطاول لها رجاء ان تصيبه. (۹۱)

ترجمہ: طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کی شفاعت ہوتی رہے گی اور دوزخ سے وہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ابلیس کو اس بات کی امید ہو جائے گی کہ اس کی شفاعت بھی ہو جائے۔

غرض شفاعت کی تفصیل کتب معتبرہ میں اس قدر ہے کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جائے۔ یہ عاجز اس باب کو اسی حدیث پر ختم کرتا ہے۔ واہ کیا مقام حیرت و عبرت ہے کہ شفاعت کی وسعت کا یہ عالم کہ ابلیس کو بھی شفاعت کی امید ہو جائے اور اولاد آدم میں سے ایک فرقہ ایسا پیدا ہوا ہے کہ عقیدۂ شفاعت کو کفر و شرک اور امیدواران شفاعت انبیا و اولیا کو کافر و مشرک گردانتا ہے۔

مسئلہ شفاعت اور شاہ اسماعیل دہلوی

دیکھو اسمٰعیل دہلوی نے تقویت الایمان میں آیت کریمہ "**قل من بیدہ ملکوت کل شئ**" الخ (۹۲) کے تحت فائدہ کے عنوان سے لکھا ہے:

۹۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ج۱۰،ص۲۱۵، مکتبة العلوم و الحکم موصل۱۹۸۳ء

۹۲۔ "قل من بيده ملكوت كل شئ وهو يجير و لا يجار عليه ان كنتم تعلمون" (سورۂ مومنون، آیت:۸۸)
ترجمہ: آپ فرما دیجئے وہ کون ہے جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی کامل ملکیت ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اسے پناہ نہیں دی جاسکتی اس کی مرضی کے خلاف، اگر تم کچھ جانتے ہو۔

"اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور اس کا مخلوق ہی سمجھے سو ابی جہل اور وہ شرک میں برابر ہے"۔(۹۳)

اس کلام میں جو خطائیں اور دین متین کی جو جو تحریفیں ہیں اس کی تفصیل تو اور دوسری جگہ لکھی گئی ہے یہاں صرف اس فقرے پر گفتگو کی جائے گی جو اس وقت ہمارے موضوع سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ "سفارشی سمجھنے کو بھی کفر و شرک میں داخل کر دیا" یہ بات شریعت محمدی بلکہ تمام شرائع سابقہ کے بھی خلاف ہے، خاص بندوں کی شفاعت تمام شرائع میں ثابت ہے، مشرکین کی گمراہی یہ ہوئی کہ انھوں نے مرتبۂ شفاعت کو الوہیت قرار دے دیا کہ اللہ تعالیٰ نے صالحین کو الوہیت دی ہے یعنی وہ عبادت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت تقرب کا فائدہ نہیں دیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے بلکہ انھیں معبودوں کی عبادت ضروری ہے تاکہ یہ اللہ سے نزدیک کر دیں گے پھر ان کے نام کے بت کھڑے کر کے قبلہ بنایا پھر انھیں پتھروں کو معبود بعینہٖ سمجھنے لگے یہی ان کا کفر و شرک تھا نہ کہ صرف عقیدۂ شفاعت کی وجہ سے کافر و مشرک قرار دیئے گئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں حقیت شرک کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

ناخلفوں نے غیر محمل پر حمل کر دیا جیسے محبوبیت و شفاعت کو کہ تمام شریعتوں میں اللہ تعالیٰ نے خواص بشر کے لیے ثابت کی تھی ان لوگوں نے اسے غیر محمل میں حمل کر دیا۔(۹۴)

دیکھو پیغمبر خدا ﷺ کے وقت کے کافر اور آج کے وہابی گمراہی میں، مخالفت حکم الٰہی میں بھائی بھائی ہیں بڑے بھائیوں (یعنی وہابیوں) نے شفاعت کو شرک ٹھہرایا، جتنے اہل بدعت ہیں چونکہ ان کے دین و مذہب کا مدار ہوائے نفس پر ہوتا ہے اس لیے ان کو کسی ایک بات پر ثبات و قرار

۹۳۔ تقویت الایمان، ص ۷ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

۹۴۔ حجۃ اللہ البالغہ، القسم الاول، المبحث الخامس، باب فی بیان حقیقۃ الشرک، ج ۱، ص ۱۶۱، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

نہیں ہوتا اس تقویت الایمان کا بھی یہی حال ہے کہیں کچھ کہتے ہیں اور دوسرے مقام پر اس کے خلاف بات کہتے ہیں، ہم نے جو عبارت اوپر نقل کی تھی اس میں سفارشی سمجھنے کو کفر و شرک قرار دیا تھا، اس آیت کریمہ **والذین اتخذوا من دونہ اولیاء مانعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفیٰ.** (۹۵) (ترجمہ: وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے سوا اوروں کو ولی بنایا وہ کہتے ہیں ہم نہیں کرتے ہیں ان کی عبادت مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں) کے تحت لکھتے ہیں:

> ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی ہوتی ہے سو وہ مشرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکرا ہے''۔(۹۶)

یہاں بھی صرف حمایتی سمجھنے کو شرک قرار دیا ہے مگر اس سے اوپر آیت کریمہ ''**ویعبدون من دون اللّٰہ مالا یضرھم ولا ینفعھم** ''(۹۷) کے تحت لکھا ہے: ''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہو جاتا ہے''۔(۹۸)

یہاں پر شرک کا دارومدار سفارشی سمجھ کر پوجنے پر رکھا ہے برخلاف اوپر کے دونوں مقامات پر کہ وہاں صرف سفارشی اور حمایتی سمجھنے کو بھی شرک قرار دیا ہے۔ آیت کریمہ ''**قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللّٰہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السمٰوات ولا فی الارض** ''(۹۹) کے تحت ایک نئی راہ نکالی ہے جو آج اکثر وہابیوں کی زبان پر ہے، لہٰذا اس پر تفصیل سے لکھا جاتا ہے۔

۹۵۔ الزمر آیت ۳

۹۶۔ ہمارے پیش نظر تقویت الایمان کا جو نسخہ ہے اس میں یہ عبارت اس طرح ہے: ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکرا'' (دیکھیے: تقویت الایمان، ص۶، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند)
مصنف کی نقل کردہ عبارت اور موجودہ نسخوں کی عبارت کا تقابلی مطالعہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ ''اس کے سبب سے'' کے درمیان ''پوجنے کے'' کا اضافہ بعد میں کیا گیا ہے۔

۹۷۔ وہ اللہ کے سوا ان بتوں کو پوجتے ہیں جو نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ الفرقان، آیت ۵۵

۹۸۔ تقویت الایمان، ص۶، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

۹۹۔ ترجمہ: آپ فرما دیجئے تم پکارو ان کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود خیال کرتے ہو یہ زمین و آسمانوں میں ذرہ برابر بھی مالک نہیں۔ السبا، آیت ۲۲

شفاعت سے متعلق تقویت الایمان کی عبارت

تقویت الایمان میں شفاعت کی تین قسمیں بیان کی ہیں ایک شفاعت بالوجاہت، اس کو اصلاً شرک قرار دیا ہے اور اس کی حقیقت یہ بیان کی ہے کہ بادشاہ شفاعت کرنے والے سے دب کر اس کی شفاعت قبول کر لے (۱۰۰) یہ محض اختراع ہے جو عقل ونقل کے مخالف ہے۔ اس تقویت الایمان میں اس مقام پر غور کر وتو معلوم ہوگا کہ دب کر مان لینا الگ چیز ہے اور شفاعت الگ چیز ہے۔ شفاعت بالوجاہت یقیناً ثابت ہے اور جو اس کے معنی تقویت الایمان میں بیان کیے ''یعنی دب کر مان لے'' یہ محض دھوکا ہے نہ دباؤ کو شفاعت میں کچھ دخل ہے نہ وجاہت میں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسی شفاعت خاص بندوں کی ثابت فرمائی ہے ویسی ہی وجاہت بھی ثابت ہے۔ (۱۰۱)

تقویت الایمان میں شفاعت کی دوسری قسم شفاعت بالمحبت کو قرار دیا ہے اور اس کو بھی شرک کہا اور اس کی حقیقت یہ بیان کی کہ بادشاہ شفاعت کی وجہ سے لاچار اور مجبور ہو کر مجرم کی تقصیر معاف کر دے (۱۰۲)۔ یہ معنی بھی دھوکا اور اختراع ہے کیونکہ اللہ کی محبوبیت ہمارے پیغمبر ﷺ کی پیروی سے حاصل ہے (۱۰۳)۔ لاچاری ومجبوری کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

۱۰۰۔ پوری عبارت یہ ہے ''تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کو پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے''۔ تقویت الایمان، ص ۲۵، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

۱۰۱۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمارہا ہے: ''و کان عند اللہ وجیھا'' الاحزاب، آیت ۶۹ (ترجمہ: وہ اللہ کے نزدیک بڑی شان والے ہیں)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ''وجیھاً فی الدنیا و الآخرۃ'' آل عمران، آیت ۴۵ (ترجمہ: وہ دنیا و آخرت میں وجیہ شان والے ہیں)

۱۰۲۔ پوری عبارت یہ ہے ''دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگماتوں میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چوری کی سزا نہ دینے دیوے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں''۔ تقویت الایمان، ص ۲۵، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

۱۰۳۔ ''فاتبعونی یحببکم اللہ'' آل عمران آیت ۳۱ (ترجمہ: تم میری اتباع کرو اللہ تم کو محبوب بنا لے گا)

تقویت الایمان میں تیسری قسم شفاعت بالاذن بیان کی اور اس کے بارے میں لکھا کہ وہ ہوسکتی ہے مگر اس کے بیان میں وہ خبط اور خرابیاں کیں کہ مسلمان سے بہت دور ہیں اس قسم کا حاصل بھی انکار شفاعت میں نکلتا ہے کیونکہ شفاعت کی دو صورتوں کے انکار کے بعد جو تیسری صورت کو ممکن اور جائز مانا وہ دراصل شفاعت ہے ہی نہیں نہ شرعاً نہ عقلاً نہ عرفاً، پوری عبارت یہ ہے:

''تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری تو ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا، مگر نفس کی شامت سے قصور ہوگیا سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اس کا منھ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے میرے حق میں کیا حکم فرماوے۔ سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرسکتا، کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے سو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی، جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے، تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے۔ اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ شفاعت خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے سو اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہوسکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں۔ (۱۰۴)

۱۰۴۔ تقویت الایمان، ص ۲۶، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

اور پھر اس کے چند سطر کے بعد لکھا:

''وہ خود بڑا غفور و رحیم ہے سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا''۔(۱۰۵)

دیکھو کہ اللہ تعالیٰ جو قادر، غنی، قاہر، متکبر ذوالجلال والاکرام، جامع جمیع صفات کمال اور منزہ، متعال ہے ہر طرح کے نقصان سے اور احتیاج اور شبہ ومثال سے اس کو ایک بندے کے جیسا ٹھہرایا اور مرتبہ الوہیت اور عموم قدرت اور بے نیازی کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ صاف لکھ دیا کہ اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہوسکتی ہے اور جس نبی وولی کی شفاعت قرآن میں مذکور ہے سو اس کے یہی معنی ہیں۔

عبارت تقویت الایمان کا تنقیدی جائزہ

اب ہم تفصیل سے اس عبارت کی خرابیاں بیان کرتے ہیں:

اسمٰعیل دہلوی نے کہا:

''مگر نفس کی شامت سے قصور ہوگیا سو اس پر شرمندہ اور رات دن ڈرتا ہے''۔(۱۰۶)

اہل سنت کے مسلک کے مطابق گناہ کبیرہ کے مرتکب کی بخشش اور شفاعت کے لیے توبہ ضروری نہیں ہے، گناہ کبیرہ کرنے والوں کی بے توبہ کے بھی مغفرت اور شفاعت ہوگی جیسا کہ ہم نے اوپر تفصیل سے لکھا ہے، اسمٰعیل صاحب نے یہ بات معتزلہ کے مذہب سے لی ہے (ظاہر ہے کہ جب وہ مجرم اپنے گناہ پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے تو یہی اس کی توبہ ہوگئی۔)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ''ھدی للمتقین'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''عفو کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ ان کے اعتقاد صحیح کے قوی ہونے اور ان کے

۱۰۵۔ مرجع سابق

۱۰۶۔ مرجع سابق

دل میں برائیوں کے تاثیر نہ کرنے سے ان کو بے توبہ، بے شفاعت اور بے عذاب کے بخش دیں، دوسرے یہ کہ یہ عمل کے مقابلہ میں توبہ کرتے ہیں ان کے سیئات کو اللہ تعالیٰ حسنات سے بدل دے گا"۔(۱۰۷)

اب اسمٰعیل دہلوی کا مذہب دیکھئے کہ بقول ان کے جو گناہ گار ہمیشہ کا گناہ گار نہیں ہے اور گناہ کو اس نے پیشہ نہیں ٹھہرایا ایسے گناہ گار سے بھی اللہ بے سبب درگزر نہیں کرسکتا۔

تفسیر عزیزی میں ہے:

قرآن مجید مملو و مشحون است ازیں صفات کہ کان اللہ عفوا غفورا و رحیما کریما و اگر درحدیث نظر کنیم بالاتر از حد تواتر این مضمون را خواہیم یافت۔(۱۰۸)

ترجمہ: قرآن مجید میں ان صفات کا بکثرت بیان موجود ہے کہ اللہ غفور ہے عفو، رحیم اور کریم ہے اور اگر حدیث پاک میں دیکھیں تو حد تواتر سے زیادہ اس مضمون کو احادیث میں پائیں گے۔

یہ گفتگو اس شخص کے بارے میں ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بے توبہ مرگیا ہو مگر اسمٰعیل دہلوی صاحب کی جرأت دیکھئے کہ اللہ غفور و رحیم کو یہ سمجھے کہ ایک گناہ گار شرمندہ ڈرنے والے سے درگزر نہیں کرسکتا، اللہ کے بارے میں یہ سمجھنا کہ "وہ نہیں کرسکتا" تو یہ **یفعل اللّٰہ مایشاء** (۱۰۹) اور **ان اللّٰہ یحکم مایرید** (۱۱۰) اور **وھو علی کل شئ قدیر** (۱۱۱) جیسی سیکڑوں آیتوں کا انکار ہے اور یہ جو لکھا کہ "بے سبب درگزر نہیں کرسکتا (۱۱۲) دراصل یہ بھی معتزلہ کی کفش برداری ہے کیونکہ مسلک اہل سنت میں اللہ تعالیٰ کے افعال کے لیے سبب و علت اور غرض و غایت ٹھہرانا جائز نہیں، اس لیے کہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے کہ وہ

۱۰۷۔ تفسیر عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، سورۂ بقر، زیر آیت **ھدی للمتقین**

۱۰۸۔ مرجع سابق

۱۰۹۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مرجع سورۂ ابراہیم آیت ۲۸

۱۱۰۔ اللہ حکم فرماتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے۔ سورۃ المائدہ، آیت ۱

۱۱۱۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سورۂ ہود آیت ۴

۱۱۲۔ تقویت الایمان ص ۲۶

اللہ تعالیٰ کے افعال کی تعلیل واجب جانتے ہیں، کتب عقائد میں اس بحث کی تفصیل موجود ہے بالخصوص شرح مواقف میں اس مسئلہ کی پوری تفصیل مذکور ہے (۱۱۳)۔غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک کافر کا بخشا جانا بھی عقلاً جائز ہے مگر معتزلہ اسے ممتنع عقلی کہتے ہیں اہل سنت نے ان کے مذہب کا رد کیا ہے، شرح عقائد نسفی میں بھی اس کی تفصیل مذکور ہے، وہابیہ پر یہ آفت پڑی کہ صاف لکھ دیا کہ گنہگار شرمندہ ڈرنے والے سے بھی ''بے سبب درگزر نہیں کرسکتا'' دیکھو کیسی صریح مخالفت ہے مسلک اہل سنت کی اور کیسی بے ادبی اور گستاخی ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں اور اللہ تعالیٰ کے عموم قدرت اور کمال بے نیازی کا انکار ہے نیز **لایسأل عما یفعل وھم یسئلون** (۱۱۴)وغیرہا کثیر آیات کے خلاف ہے اور یہ جو لکھا کہ ''اپنے آئین کا خیال کر کے'' دراصل یہ بات بھی معتزلہ سے سیکھی ہے، شرح عقائد نسفی اور شرح مقاصد وغیرہ میں معتزلہ کی طرف سے دلیل نقل کی گئی ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں:

گناہگاروں کی وعید آیات واحادیث سے ثابت ہے اگر ان کو عذاب نہیں دے گا تو خلف وعید لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بات بدل جائے گی اور خبریں جو گنہگاروں کے عذاب کو تام کرتی ہیں وہ جھوٹی ہو جائیں گی۔

اہل سنت نے اس کا جواب یہ دیا کہ عفوو درگزر کی نصوص بھی کثرت سے ہیں اگر وعید و عذاب کی آیات عام ہوں تو وہ عفوو درگزر کی آیتوں سے خاص ہوگئیں، یعنی گنہگاروں کو عذاب دیا جائے گا سوائے ان گنہگاروں کے جن سے وہ درگزر فرما دے گا۔

اسمٰعیل دہلوی نے اتنی بات معتزلہ سے لی مگر پھر ان سے بھی آگے جا کر یہ لکھا کہ وہ توبہ والے کو بھی بے سبب درگزر نہیں کرسکتا کیونکہ معتزلہ بھی توبہ والے گناہگار کے عفوو درگزر کے منکر نہیں تھے، کیا تماشا ہے کہ خود ہی اسمٰعیل دہلوی نے آیت کریمہ ''**ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ**

۱۱۳۔ دیکھئے شرح مواقف، الموقف الخامس، المرصد السادس المقصد الثامن ص۶۵۵،۶۵۶، مطبع نول کشور، لکھنؤ

۱۱۴۔ ترجمہ: اللہ جو کرتا ہے اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا اور بندے (اپنے افعال) کے بارے میں پوچھے جائیں گے۔

ویغفر مادون ذلک لمن یشاء"(۱۱۵) کے بیان میں لکھا ہے:

اور باقی جو گناہ ہیں ان کی جو جو کچھ سزائیں اللہ کے یہاں مقرر ہیں سو اللہ کی مرضی پر ہیں دیوے چاہے معاف کرے۔(۱۱۶)

اب وہی اللہ یہاں ایسا ہو گیا کہ بے سبب درگذر نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ کو سبب اور بندوں کا محتاج بنانا یہ کیسی دینداری ہے؟ درگزر نہ کر سکنے کا جو سبب بیان کیا وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے لکھتے ہیں کہ:

"کہیں لوگوں کی نظر میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جائے"۔

واہ کیا عقل و دین ہے کہ اسمٰعیل دہلوی اللہ کی شان میں کیا کیا بے ادبیاں کرتے ہیں یہاں چند باتیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ڈرنا

۲۔ جب اس آئین میں سزا بھی ہے اور عفو بھی، اور صاف کہا گیا ہے جسے ہم چاہیں گے بخش دیں گے پھر درگزر کرنے سے لوگوں کے دل میں آئین کی قدر کیوں گھٹنے لگی؟ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس تردد اور تشویش کی کوئی توجیہ سوائے اس کے اور نہیں ہوسکتی کہ وہ بھول گیا کہ اس نے اپنی آیات میں معاف کرنے کا بھی بیان کیا ہے۔

۳۔ اس عبارت سے لازم آیا کہ آئین کا بنانے والا جاہل ٹھہرتا ہے کیونکہ آئین بناتے وقت اس کو یہ خبر نہیں تھی کہ ایک دن مجھے ضرورت پڑے گی اور مجھے ترس آئے گا اور میں چاہوں گا کہ اپنے بندے شرمندہ اور ڈرنے والے اور اپنی طرف رجوع کرنے والے سے درگزر کردوں مگر درگزر نہیں کرسکوں گا اس خوف سے کہیں آئین کی قدر نہ گھٹ جائے کیونکہ اس کو اگر ان سب باتوں کی خبر ہوتی تو ایسا آئین ہی کیوں بناتا جس سے خود اس کو عاجزی اور پشیمانی ہو اور اس آئین کے سبب لاچار اور دوسروں کا محتاج ہو جائے۔

۴۔ وہ آئین برا ہو گا کہ اس کی خواہش پوری نہیں کرنے دیتا اور اگر آئین اچھا ہے تو اس کی یہ

۱۱۵۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کی بخشش نہیں کرے گا جو اس کے ساتھ شرک کرتا ہے اور اس کے سوا جس کے لئے جو چاہے بخش دے گا۔ سورۃ النسا، آیت ۴۸

۱۱۶۔ تقویت الایمان، ص ۱۱، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

خواہش بری ہے۔

۵۔ جب اس کو معلوم ہو گیا کہ آئین برا ہے پھر بھی اس کو اس کی قدر گھٹ جانے کا ڈر ہے یہ بات اچھی نہیں ہے کہ اگر آئین کی برائی پہلے معلوم نہ تھی اور اب معلوم ہوئی تو صاف کہہ دینا چاہیے تھا کہ یہ آئین برا تھا اب ہم اس کے خلاف کرنے کو اچھا سمجھتے ہیں حق بات چھپانا بندوں کی نسبت بھی برا ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ حق بات چھپائے وہ خود فرماتا ہے ''واللّٰہ لا یستحی من الحق'' (۱۱۷) اللہ تعالیٰ حق (بیان کرنے) سے حیا نہیں کرتا۔

۶۔ جب آئین اس کا بنایا ہوا ہے اور وہ مالک آئین ہے ہر وقت اس کو اختیار ہے کہ جب چاہے آئین میں تغیر و تبدل یا نسخ کر دے پھر آخر اس کو کیا ہو گیا کہ باوجود ترس آنے کے وہ بے سبب کچھ نہیں کر سکتا اور دوسروں کا محتاج ہو گیا بظاہر تو یہود کے مذہب پر یہ بات درست ہو سکتی ہے کہ وہ نسخ کے منکر ہیں۔

اسمٰعیل دہلوی صاحب نے آگے کہا ہے:

''سو کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے''

دیکھو اس عبارت میں کیا کیا قباحتیں ہیں:

۱۔ پہلی تو یہ کہ بادشاہ پر امیر و وزیر کا احسان ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ شفاعت نہ کریں تو بے چارے بادشاہ کے دل کی خواہش دل ہی میں رہ جائے اور کوئی سبیل درگزر کرنے کی نہ تھی یہ عجب طرح کی کشاکش ہے ادھر آئین کا خیال ادھر دل کی خواہش کا جو خلاف آئین ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ جب امیر و وزیر نے اس کی مرضی دیکھی تو اُن کے نزدیک تو اس کے آئین کی قدر یقیناً گھٹ جائے گی کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا کہ بادشاہ کی مرضی خلاف آئین ہے۔

۳۔ قصوروار کو بھی اگر معلوم ہو گیا کہ امیر و وزیر نے بادشاہ کی مرضی پا کر میری سفارش کی ہے تو اس کے نزدیک بھی آئین کی قدر گھٹ جائے گی اور جس جس کو یہ بات معلوم ہو گی اس کے نزدیک بھی آئین کی قدر گھٹ جائے گی اور آئین کی قدر گھٹنے سے بچانے کے لیے بادشاہ نے جو حیلہ بنایا تھا وہ کسی کام نہیں آیا اور اگر ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ امیر و وزیر نے بادشاہ کی مرضی پا کر

۱۱۷۔ الاحزاب، آیت ۵۳

میری سفارش کی ہے تو ان کے نزدیک تو امیر و وزیر بادشاہ سے بڑے ٹھہرے کیونکہ اپنے دل کی جو بات بادشاہ اپنے آئین کا خیال کر کے نہ کر سکتا تھا امیر و وزیر کے کہنے سے لاچار ہو کر کرنا پڑی وہ سوچے گا کہ یہ امیر و وزیر بڑے زبردست ہیں اور پہلے بادشاہ کا منہ تک رہا تھا اور امیر و وزیر کی طرف رجوع نہیں کر رہا تھا تو اس بات سے وہ سخت نادم و پشیمان ہوگا کہ بادشاہ کا منہ دیکھنا کچھ کام نہ آیا تھا بلکہ وہ امیر و وزیر کے کہنے سے ہی بچا۔

۴۔ چوتھی بات یہ کہ آئین کی قدر تو اب بھی قصور وار کی نظر میں گھٹ گئی پہلی صورت میں خود بادشاہ کے خلاف آئین کرنے سے اور دوسری صورت میں امیر و وزیر کے باعث بلکہ اب تو اس سے بھی بری ہوئی۔

اسمٰعیل دہلوی آگے لکھتے ہیں:

> ''بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کو سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے''۔

اس کو دھوکا بازی کہتے ہیں دنیا کے بادشاہوں میں سے جو نرے دنیا پرست اور بڑے فریبی ہوتے ہیں وہ ایسی باتیں کرتے ہیں اور جن کو کچھ اپنے مرتبہ کا اور صاف گوئی و حق گوئی کا خیال ہوتا ہے وہ بھی اس کو گوارا نہیں کرتے۔ ایسی واہی اور لایعنی مثال لا کر اسمٰعیل دہلوی کہتے ہیں:

> ''اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے یہی معنی ہیں''۔

دیکھئے کیسی گستاخی ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں اور کیا کیا قباحتیں ہیں اس کلام میں، پھر آگے اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:

> ''اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لیے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا ہے''۔

کیا تماشہ ہے کہ جو بات سفارش یا شفاعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اس کو تو شفاعت کا نام دے دیا اور جو حقیقتاً شفاعت و سفارش ہے جو دنیا میں بھی جاری ہے اور دین میں بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت ہے اس کا انکار کر دیا، زمانے کا یہی دستور ہے کہ سفارش یا شفاعت کی

تین وجوہات ہوتی ہیں قرابت، آشنائی (جان پہچان) یا استدعا اور دین میں تینوں باتیں ثابت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"والذین آمنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم"(۱۱۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کے ایمان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

من قرأ القرآن وحفظه ادخله اللّٰه الجنة وشفعه فی عشرة من اهل بیته کلهم قد استوجبت النار. (۱۱۹)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کیا اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے دس گھر والوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہوگئی تھی۔

اس مفہوم کی احادیث بکثرت ہیں جن میں بعض ہم نے اوپر ذکر کیں۔ پھر اسمٰعیل دہلوی صاحب نے لکھا کہ "وہ بڑا غفور رحیم ہے"۔

سب مسلمانوں کے نزدیک تو بے شک وہ ایسا ہی ہے مگر اسمٰعیل صاحب کو یہ کلمہ کہنا زیب نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے گزشتہ کلام سے کوئی ربط رکھتا ہے کیونکہ جو ایک گنہگار شرمندہ ڈرنے والے سے بے سبب درگزر نہیں کر سکے وہ کیا بڑا غفور رحیم ہے پھر لکھتے ہیں کہ "سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا"۔ حالانکہ تفسیر عزیزی میں صاف لکھا ہے کہ:

اپنی رحمت یا پیغمبر کی شفاعت سے بعض گناہ کبیرہ والوں کو بخش دے گا۔ (۱۲۰)

اور یہ مضمون صاف وصریح حدیث شریف میں موجود ہے شفائے قاضی عیاض وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

۱۱۸۔ الطّور، آیت ۲۱

۱۱۹۔ ابن ماجہ: باب فضل من تعلم القرآن و علّمه ج ۱/ ص ۷۸

۱۲۰۔ تفسیر عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهماعنه علیه السلام توضع للأنبیاء منابر یجلسون علیها ویبقی منبری لاأجلس علیه قائما بین یدی ربی منقبا فیقول اللّٰہ تبارک و تعالیٰ ماترید ان اصنع بامتک فاقول یا رب عجل حسابهم فیدعی بهم فیحاسبون فمنهم من یدخل الجنة برحمته ومنهم من یدخل الجنة بشفاعتی، ولا ازال اشفع حتی اعطی صکاکا برجال قد امر بهم إلی النار حتی ان خازن النار لیقول یا محمد ما ترکت غضب ربک فی امتک من نقمة. (۱۲۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرات انبیاے کرام علیہم السلام کے منبر رکھے جائیں گے اور وہ ان پر جلوہ افروز ہوں گے جبکہ میرا منبر خالی رہ جائے گا میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ سراپا سوال بن کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑا رہوں گا، ارشاد باری تعالیٰ ہوگا اے حبیب اپنی امت کے لیے کیا چاہتے ہو کہ میں کروں؟ عرض کروں گا کہ اے پروردگار میری امت کا حساب جلد کر دے پس بلا کر ان کا حساب کیا جائے گا ان میں سے بعض اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے اور میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے چند لوگ ایسے ملیں گے جن پر دوزخ میں ڈالنے کے پروانے جاری ہو چکے ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ جہنم کا داروغہ مجھ سے کہے گا کہ اے محمد (ﷺ) آپ نے تو عذابِ الٰہی سے اپنی

۱۲۱۔ (الف) کتاب الشفاء لقاضی عیاض: الباب الثالث: فصل فی ذکر الشفاعة و المقام المحمود
(ب) المستدرک للحاکم، ج۱،ص ۱۳۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء
(ج) سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج۱۳،ص ۸۳ مؤسستہ الرسالۃ، بیروت ۱۴۱۳ھ۔ امام حاکم نے اس کو صحیح غریب کہا ہے، امام ذہبی نے غریب منکر کہا ہے، اس کی سند میں محمد بن ثابت البنانی ہیں ان کو بخاری نے "فیہ نظر" اور ابن معین نے "لیس بشئ" کہا ہے۔

امت کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔

وہابیہ کی جرأت دیکھو کہ کیسے خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور دینداری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''جس کو چاہے اپنے حکم سے شفیع بنا دے گا''۔

یہ بات کلام اللہ کے صاف خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا**'' (۱۲۲) ترجمہ: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

جمہور مفسرین وعلماے کرام کے نزدیک مقام محمود سے شفاعت مراد ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''**ولسوف یعطیک ربک فترضی**'' (۱۲۳) ترجمہ: عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ ان آیات سے حضور کا شفیع ہونا معلوم ہوا جب کہ اسمٰعیل دہلوی کہتے ہیں کہ جسے چاہے گا شفیع بنا دے گا اس طرح ان کے کلام میں بے شمار حدیثوں کا انکار صریح ہے، جن احادیث میں تفصیل اور تخصیص کے ساتھ آنحضرت ﷺ اور انبیا، ملائکہ، آل واصحاب، اولیا، اولاد اور قرآن وغیرہ کی شفاعت کا ذکر ہے ان احادیث میں سے بعض ہم نے ذکر کیں۔

اسی طرح اسمٰعیل دہلوی صاحب نے یہ جو قید لگائی کہ ''رات دن اس کا منھ دیکھ رہا ہے'' اس میں بھی صریح احادیث صحیحہ کا انکار ہے۔ صحیح بخاری سمیت متعدد کتب حدیث میں یہ حدیث مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگ حیران و پریشان ہو کر فکر کریں گے اور شفیع کو تلاش کریں گے اور حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کے پاس جائیں گے پھر درجہ بدرجہ حضرت ختم المرسلین ﷺ کے پاس آ کر عرض ومعروض کریں گے آپ فرمائیں گے میں اسی کام کے لیے ہوں جب شفاعت ہوگی۔ اسمٰعیل دہلوی کے مذہب پر تو تمام اولین وآخرین کے لیے شفاعت ہو نہیں سکتی۔

۱۲۲۔ بنی اسرائیل، آیت ۷۹

۱۲۳۔ الضحیٰ، آیت ۵

مولانا فضل حق خیرآبادی اور ردتقویت الایمان

شفاعت کے بیان میں جو کچھ اسمٰعیل دہلوی نے لکھا، علمائے وقت نے ان کے روبروان کا رد کیا، مولانا فضل حق خیرآبادی جزاہ اللہ خیراً نے ''تحقیق الفتوی فی ابطال الطغویٰ'' نام سے شرح و بسط سے کتاب لکھی اور اسمٰعیل صاحب کی تکفیر ثابت کی اور علمائے دیندار کی اس پر مہریں ہوئیں (۱۲۴) اوران سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا جس کو چاہیے بالتفصیل وہاں دیکھ لے۔

۱۲۴۔ استاذ مطلق مولانا فضل حق فاروقی چشتی خیرآبادی ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اکثر تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا فضل امام خیرآبادی سے حاصل کی، حدیث کے لئے حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی اور حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، ۱۳؍سال کی عمر میں درسیات کی تکمیل کرلی، اپنے زمانے میں معقولات کے امام تھے، عربی کے بلند پایہ شاعر تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے بعض عربی قصائد مشاہیر شعراے عرب پر فائق ہیں۔ ہزاروں طلبہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا اوراپنی اپنی جگہ علم وفن کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے، تلامذہ میں یہ چار حضرات ''عناصر اربعہ'' کہلاتے ہیں۔(۱) آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیرآبادی (۲) تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی (۳) مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری (۴) مولانا فیض الحسن سہارنپوری۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور جنگ آزادی کی قیادت کی، اسی جرم میں کالا پانی کی سزا ہوئی اور ۱۲؍صفر ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء کو جزیرۂ انڈمان میں وفات پائی، اور وہیں مدفون ہوئے۔ ایک درجن سے زیادہ معرکہ آرا تصانیف یادگار چھوڑیں۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی نے ۱۲۴۰ھ میں تقویت الایمان تصنیف کی، جس کی اشاعت کے بعد ملک بھر اور بالخصوص دہلی میں ایک اضطراب پیدا ہوگیا، تقویت الایمان کی وہ عبارت جس میں شفاعت کی بحث تھی ایک صاحب نے نقل کرکے اس کے بارے میں مولانا فضل حق خیرآبادی سے استفتا کیا۔ آپ نے ۱۸؍رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ میں اس استفتا کا تفصیلی اور تحقیقی جواب دیا جو فارسی زبان میں تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کے نام سے شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے رمضان ۱۳۹۸ھ/اگست ۱۹۷۸ء کو کیا، جو ۱۳۹۹ھ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی سرگودھا پاکستان سے شائع ہوا۔ ۱۹۸۲ء میں مولانا عبدالمنان کلیمی کے زیر اہتمام دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی نے پہلی بار ہندوستان میں اس کو شائع کیا۔

استفتا میں سائل نے شاہ اسمٰعیل دہلوی کی عبارت نقل کرکے تین سوال کئے تھے:

(۱) یہ کلام حق ہے یا باطل؟

(۲) یہ کلام سید المرسلین ﷺ کی شان میں تنقیص وتخفیف پر مشتمل ہے یا نہیں؟

(۳) اگر اس کلام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان ہے تو اس کا قائل شرعاً کیا ہے؟

آپ نے ان تینوں سوالوں کے مندرجہ ذیل جوابات عنایت فرمائے:

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

یہاں صرف اس قدر ثابت کرنا مقصود ہے کہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کا بیان کتاب وسنت اور مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی۔

کتاب تنبیہ الغافلین کا تنقیدی جائزہ

ان دنوں ایک کتاب ''تنبیہ الغافلین'' (۱۲۵) کے نام سے اس فقیر کی نظر سے گزری اس

---

(۱) قائل کا یہ کلام سر تا پا جھوٹ، دروغ، فریب اور دھوکہ ہے۔

(۲) یہ کلام بلاشبہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیا، اصفیا، ملائکہ، اور اولیا کی تنقیص شان پر مشتمل اور تخفیف پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) اس بے ہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے، اور ہرگز مسلمان نہیں، شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے، جو شخص اس کے کفر میں شک وتردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر و بے دین نامسلمان ولعین ہے۔

(تحقیق الفتویٰ، ص ۲۴۶، ۲۴۷، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی ۱۹۸۲ء)

اس فتوے پر ۱۸ مشاہیر علما نے اپنے تائیدی وتصدیقی دستخط فرمائے جن میں بعض حضرات یہ ہیں:

(۱) مفتی صدر الدین آزردہ صدر الصدور دہلی، تلمیذ رشید شاہ عبد القادر محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور مولانا فضل امام خیر آبادی۔ ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء میں وفات پائی۔

(۲) مولانا مخصوص اللہ بن مولانا رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، تلمیذ شاہ عبد العزیز دہلوی ۱۲۷۳ھ میں وفات پائی۔

(۳) مولانا محمد رشید الدین خاں دہلوی، شاہ رفیع الدین دہلوی کے مشہور تلامذہ میں تھے شاہ عبد القادر دہلوی اور شاہ عبد العزیز سے بھی استفادہ کیا، وفات ۱۲۴۹ھ میں ہوئی۔

(۴) مولانا کریم اللہ فاروقی دہلوی بن لطف اللہ فاروقی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور مولانا رشید الدین دہلوی سے تحصیل علم کی، حضرت آل احمد اچھے میاں مارہروی کے مرید وخلیفہ تھے، ۱۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

(۵) حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی، مولانا فضل امام خیر آبادی اور مولانا رشید الدین دہلوی کے تلمیذ ہیں، شاہ عبد العزیز اور شاہ عبد القادر سے بھی استفادہ کیا، ۱۲۷۴ھ میں دہلی سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے وہیں وفات ہوئی۔

(۶) حضرت مولانا محمد موسیٰ دہلوی بن مولانا رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ، اپنے والد گرامی اور چچا شاہ عبد العزیز سے تحصیل علم کی، ۱۲۴۰ کے مشہور مناظرۂ دہلی میں مولانا اسمٰعیل دہلوی اور مولانا عبد الحی سے بحث کرنے میں پیش پیش تھے۔ ۱۲۹۵ میں وفات ہوئی۔ (ان حضرات کی ولدیت، نسبت تلمذ اور سنین وفات کے سلسلہ میں ''تذکرۂ علمائے ہند'' از مولوی رحمان علی پر اعتماد کیا گیا ہے۔)

۱۲۵۔ تنبیہ الغافلین اردو میں ۳۶۶ صفحات کی ایک ضخیم کتاب ہے۔، ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے اس میں ابتدا کے ۱۴ صفحات نہیں ہیں، اس لیے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کس کی تصنیف ہے، آخری صفحے سے پتا چلتا ہے کہ اس کتاب میں ۲۵ ابواب ہیں، اور یہ مطبع دار السلام دہلی سے رمضان ۱۲۶۴ھ/اگست ۱۸۴۸ء میں شائع ہوئی۔

میں شفاعت کا کچھ ذکر ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بھی بعض غلطیاں ظاہر کر دی جائیں ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھا ہے کہ:

ان دنوں عوام میں بلکہ بعض خواص میں شفاعت کا بڑا جھگڑا پڑا ہے ناواقف لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے گروہ کے لوگ شفاعت کے منکر ہیں یہ نہیں سوچتے کہ ہم تو ہرگز اس شفاعت کے جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول مقبول نے احادیث میں فرمایا ہے اور علما نے تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے منکر نہیں۔

جان لیجئے کہ یہ لوگ اسماعیلیہ، وہابیہ، نجدیہ اس شفاعت کے منکر ہیں جو اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے اور قرآن و حدیث اور تفسیر سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر ظاہر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''**عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا**'' (۱۲۶) ''عنقریب اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا'' یعنی مقام شفاعت پر فائز فرمائے گا۔ ''**ولسوف یعطیک ربک فترضی**'' عنقریب اللہ آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

تفسیر عزیزی میں لکھا ہے:

درحدیث است کہ چوں ایں آیت نازل شد آں حضرت ﷺ بیاراں خود فرمودند کہ من ہرگز راضی نشوم تا آنکہ یک یک کس را از امت خود بہ بہشت داخل نکنم (۱۲۷)

ترجمہ: حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ میں ہرگز راضی نہیں ہوں گا یہاں تک کہ اپنی امت کے ہر ہر فرد کو جنت میں داخل نہ کرالوں۔

پھر تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے:

۱۲۶۔ سورۂ بنی اسرائیل: ۷۹

۱۲۷۔ تفسیر عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص ۲۸۲، تحت آیت ''و لسوف یعطیک ربک فترضی''

وہ شفاعت بالاذن ہے کسی کے اختیار میں نہیں سو کئی دلیلیں لوگوں کے پوچھنے پر اس مقدمے میں لکھی گئی ہیں۔

پھر صاحب تنبیہ الغافلین نے دلیل میں مندرجہ ذیل آیات نقل کیں:

۱۔ من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ (۱۲۸)

ترجمہ: کون ہے جو اس کے دربار میں بے اس کے حکم سفارش کر سکے۔

۲۔ ما من شفیع الا من بعد اذنہ (۱۲۹)

ترجمہ: بغیر اس کے اذن کے کوئی اس کے دربار میں سفارش نہیں کر سکتا۔

۳۔ لا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیتہ مشفقون (۱۳۰)

ترجمہ: وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کے لیے جسے اللہ پسند کرے اور وہ اللہ کی خشیت سے ڈرتے ہیں۔

۴۔ لا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ (۱۳۱)

ترجمہ: شفاعت اس کی بارگاہ میں فائدہ نہیں دے گی مگر اس کو جس کے لیے اجازت دی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیتوں کو معتزلہ بھی انکار شفاعت کے لیے اپنی غلط فہمی کی بنیاد پر دلیل میں لے کر آئے ہیں اس کا رد ہم نے تفسیر کبیر کے حوالے سے پیچھے ذکر کر دیا ہے۔ اسمٰعیل صاحب کا اصل ماخذ خوارج و معتزلہ وغیرہ بد مذہب ہیں مگر ہر بات میں اعتزال و خروج کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا خبط اپنا بھی ملا لیتے ہیں، ان آیات میں اذن کے وہ معنی نہیں ہیں جو اسمٰعیل دہلوی نے بیان کیے ہیں، بلکہ وہ ہیں جن کو مفسرین نے بتصریح لکھا ہے۔ تفسیر عزیزی میں جو اوپر میں نے نقل کیا کاش اسی کو دیکھیں اور سمجھیں۔ دیکھو کیا تماشہ ہے کہ یہ لوگ عبارت نقل کرتے ہیں اور مطلب نہیں سمجھتے، تنبیہ الغافلین میں تفسیر خازن کی ایک عبارت نقل کی ہے حالانکہ اس عبارت سے ان کا

۱۲۸۔ البقرۃ، آیت ۲۵۵

۱۲۹۔ یونس، آیت ۳

۱۳۰۔ الانبیاء، آیت ۲۸

۱۳۱۔ السبا، آیت ۲۳

دعویٰ ثابت ہونے کے بجائے رد ہوتا ہے اور پھر اس عبارت کا ترجمہ بھی نہیں لکھا اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت قصداً لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کی ہے کیونکہ اس عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا برخلاف اور عبارات عربیہ کے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ای بامرہ وھذا استفھام انکار والمعنی لا یشفع عندہ احد الا بامرہ وارادتہ و ذلک لان المشرکین زعموا ان الاصنام تشفع لھم فاخبر انہ لا شفاعۃ لاحد عندہ الا ما استثناہ بقولہ الا باذنہ یرید ذلک شفاعۃ النبی وشفاعۃ بعض الانبیاء والملئکۃ وشفاعۃ المؤمنین بعضھم لبعض. (۱۳۲)

ترجمہ: کون ہے کہ شفاعت کرے اس کے آگے مگر اس کے اذن سے یعنی امر سے اور یہ استفہام انکاری ہے اور معنی یہ ہیں کہ اس کے آگے کوئی شفاعت نہ کرے گا مگر اس کے امر وارادہ سے اور یہ بات اس طرح ہے کہ مشرک گمان کرتے تھے کہ ان کے بت شفاعت کریں گے اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس کے سامنے کسی کی شفاعت نہیں ہوگی مگر ان کی جن کو اللہ تعالیٰ نے نکال لیا ہے اپنے قول الا باذنہ سے، مراد اللہ تعالیٰ کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور انبیا و ملائکہ و مومنین کی شفاعت ہوگی یعنی بتوں کی نہ ہوگی جیسا کہ مشرکین کا گمان ہے۔

اس تفسیر میں بھی اذن کے معنی وہی ہیں جو اہل سنت کا مذہب ہے۔ صاحب تنبیہ الغافلین نے پھر تفسیر کبیر کی یہ عبارت نقل کی۔

"لایملک احد فی یوم القیامۃ شیئاً فلایقدر احد علی الشفاعۃ الا باذن اللہ تعالیٰ فیکون الشفیع فی الحقیقۃ الذی یاذن فی تلک الشفاعۃ فکان الاشتغال بعبادتہ اولیٰ من الاشتغال بعبادۃ غیرہ" (۱۳۳)

۱۳۲۔ تفسیر خازن، ج۱، ص۱۸۱، مطبع مکتبۃ السید محمد عبدالواحد بک ۱۳۰۰ھ

۱۳۳۔ تفسیر کبیر، زیر آیت لا یملکون الشفاعۃ الا باذنہ

ترجمہ: قیامت کے روز کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا کوئی بغیر اللہ کے اذن کے شفاعت پر قادر نہیں ہوگا تو شفیع حقیقت میں وہ ہوگا جس کو شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی تو اللہ کی عبادت میں مشغول ہونا اس کے غیر کی عبادت میں مشغولیت سے اولیٰ ہے۔

اور تفسیر خازن میں عبارت یہ ہے:

"قال اللہ تعالیٰ قل للہ الشفاعة جمیعاً ای لایشفع احد الاباذنه فکان الاشتغال بعبادته اولیٰ لانه هو الشفیع فی الحقیقة وهو یأذن فی الشفاعة لمن یشاء من عباده" (۱۳۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! آپ فرمادیجیے کہ شفاعت تمام اللہ کے لئے ہے یعنی کوئی اس کے اذن کے بغیر شفاعت نہیں کرے گا تو اللہ کی عبادت میں مشغولیت اولیٰ ہے اس لئے کہ حقیقت میں وہی شفیع ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا شفاعت کا اذن دے گا۔

یہ دونوں عبارتیں بھی اہل سنت کے مسلک کے مطابق ہی اذن کے معنی پر دلالت کرتی ہیں یعنی بتوں کی شفاعت نہ ہوگی جیسا کہ بت پرست گمان کرتے ہیں۔ پھر تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے:

"شفاعت عظمیٰ کی حدیث میں آیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا "فاستأذن علی ربی فیاذن لی" یعنی اذن طلب کروں گا میں اپنے رب سے سو اذن دے گا وہ مجھ کو"

دیکھو یہ صاف رد ہے اسمٰعیل صاحب کا کیونکہ ان کی تشریح کے اعتبار سے تو شفاعت عظمیٰ کا کوئی معنی ہی نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے جو شفاعت کی حقیقت بیان کی ہے شفاعت عظمیٰ اس سے باطل ہوتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کا اذن دینا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن طلب کرنے کے بعد ہے یہ بھی ان کے

۱۳۴۔ تفسیر خازن، ج ۴، ص ۴۷، مطبع مکتبۃ السید محمد عبدالواحد بک ۱۳۰۰ھ

مذہب پر صحیح نہیں ہوسکتا اور پھر شفاعت عظمیٰ والی پوری حدیث پر نظر کی جائے تو اسمٰعیل صاحب کے بنائے ہوئے سارے مقدمات باطل ہوجاتے ہیں شاید یہی بات سمجھ کر پوری حدیث نقل نہیں کی اور نہ ہی کتاب کا نام لکھا۔ تیسری بات یہ ہے کہ استأذن کے معنی اکثر شراح نے یہ لکھے ہیں کہ مقام قرب میں داخل ہونے کا اذن چاہوں گا پس اذن دیا جائے گا۔

پھر بعض صحیح روایتوں میں یہ الفاظ موجود ہیں:

فاستأذن على ربى فى داره (۱۳۵)

ترجمہ: میں اللہ کی بارگاہ میں داخل ہونے کا اذن چاہوں گا۔

پھر صاحب تنبیہ الغافلین نے مرشد الطلاب کی عبارت نقل کی کہ:

"و اعلم انه صلى الله عليه وسلم لايشفع لجميع عباد الله بل يشفع لمن اذن الله فى شفاعته"

ترجمہ: جان لو کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے تمام بندوں کے لئے شفاعت نہیں فرمائیں گے بلکہ اس کے لئے شفاعت فرمائیں گے جس کے واسطے اللہ نے اذن دیا ہے۔

اس کا مطلب بھی اسمٰعیل دہلوی صاحب کی بتائی ہوئی تشریح کے مطابق صحیح نہیں بیٹھتا کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ شفاعت جو شفاعت عظمیٰ کے بعد ہوگی وہ سب بندوں کے لئے نہیں ہوگی یعنی کافروں کے لئے نہیں ہوگی بلکہ صرف مسلمانوں کے واسطے ہوگی اس عبارت کو دلیل میں لانا ان کے لئے محض بے فائدہ ہے کیونکہ کافروں کے لئے شفاعت کا کوئی مدعی نہیں ہے ہم تو گناہ گار مسلمانوں کی شفاعت کے دعویدار ہیں پھر غلول کی درج ذیل حدیث نقل کی:

"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا الفين احدكم

۱۳۵۔ (الف) بخاری: کتاب التوحید، باب قول اللّٰه تعالیٰ وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة

(ب) مسند احمد بن حنبل: مسند انس بن مالک ج ۳، ص ۲۴۴، موسسۃ قرطبہ قاہرہ

یجئ یوم القیامۃ فیقول یا رسول اللہ اغثنی فأقول لہ لا املک لک من اللہ شیئاً قد ابلغتک"۔ (۱۳۶)

۱۳۶۔ (الف) بخاری: کتاب الجہاد و السیر، باب الغلول

(ب) مسلم: کتاب الامارۃ، باب غلظ تحریم الغلول

پوری حدیث مندرجہ ذیل ہے:

و حدثنی زھیر بن حرب حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ابی حیان عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فذکر الغلول فعظمہ و عظم امرہ ثم قال لا الفین احدکم یجئ یوم القیامۃ علی رقبتہ بعیر لہ رغاء یقول یا رسول اللہ اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک لاالفین احدکم یجئ یوم القیامۃ علی رقبتہ فرس لہ حمحمۃ فیقول یا رسول اللہ اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک لاالفین احدکم یجئ یوم القیامۃ علی رقبتہ شاۃ لھا ثغاء یقول یا رسول اللہ اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک لا الفین احدکم یجئ یوم القیامۃ علی رقبتہ رقاع تخفق فیقول یا رسول اللہ اغثنی فاقول لااملک لک شیئا قد ابلغتک لا الفین احدکم یجئ یوم القیامۃ علی رقبتہ صامت فیقول یا رسول اللہ اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے اور آپ نے مالِ غنیمت میں خیانت کی بہت مذمت کی اور اس پر سخت سزا کا ذکر کیا اور فرمایا میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر اونٹ سوار ہو کر بڑبڑا رہا ہو اور وہ شخص کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے اور میں کہوں گا میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔ میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو کر ہنہنا رہا ہو وہ شخص کہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری مدد کیجئے اور میں کہوں گا میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔ میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر بکری سوار ہو کر ممنا رہی ہو وہ کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے میں کہوں گا میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔ میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کسی شخص کی جان سوار ہو کر چیخ رہی ہو وہ شخص کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے اور میں کہوں گا میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔ میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے روز آئے اور اس کی گردن پر کپڑے لدے ہوئے ہل رہے ہوں اور وہ کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے میں کہوں گا میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔ میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر سونا چاندی لدا ہوا ہو وہ کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے میں کہوں گا کہ میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجیے اور میں کہوں میں تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔

اس حدیث کا حال یہ ہے کہ یہ بھی معتزلہ نے انکار شفاعت کی دلیل میں پیش کی ہے اس کو امام رازی نے معتزلہ کی طرف سے نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے جو پیچھے مذکور ہوا۔

امام جلال الدین سیوطی نے تحقیق الشفاعۃ میں یہ حدیث نقل کر کے بیہقی سے اس کا جواب نقل کیا ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ملک کی نفی سے شفاعت کی نفی لازم نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی قوت وطاقت سے عذاب دفع نہیں کر سکتا اس لئے کہ شفاعت میں مالک کے حضور شافع تواضع وانکسار کرتا ہے، اور یہاں اگر ملک سے شفاعت مراد ہو تو وہ تو دوسرے نصوص سے عموماً ثابت ہے جیسے اس آیت کریمہ میں: "**لایملکون الشفاعة الامن اتخذ عند الرحمن عهدا**" وہ لوگ شفاعت کے مالک نہیں ہیں سوائے ان کے جنھوں نے رحمٰن کے پاس عہد بنا لیا ہے۔(۱۳۷)

اس طرح جو احادیث ہم نے ذکر کیں ان سے بھی شفاعت مطلقاً ثابت ہوتی ہے ، دراصل اس حدیث میں خاص اس شخص کو زجر وتوبیخ ہے کیونکہ آخرکار ہر مسلمان کے حق میں شفاعت ہونا ثابت ہے حدیث قدسی جو اوپر ذکر کی گئی کہ "**انا سنرضيك في امتك**

۱۳۷۔ امام سیوطی کی کتاب تحقیق الشفاعۃ دستیاب نہ ہوسکی۔ اس حدیث کی ایک تاویل امام نووی نے قاضی عیاض کے حوالے سے نقل کی ہے، امام نووی فرماتے ہیں:

قال القاضي معناه من المغفرة و الشفاعة الا باذن الله تعالىٰ و يكون ذلک اولا غضبا عليه لمخالفته ثم يشفع في جميع الموحدين بعد" (شرح مسلم: ج ۱۲، ص ۲۱۷ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۹۲ھ)

ترجمہ: قاضی عیاض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر میں تمہارے لئے شفاعت کا یا تم کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہوں کیونکہ اس شخص نے آپ کی مخالفت کی ہے اس لئے آپ ابتدا میں غصہ میں اس طرح فرمائیں گے اس کے بعد آپ تمام موحدین کی شفاعت فرمائیں گے۔

و لانسؤك" ہم عنقریب تمہیں تمہاری امت کے سلسلہ میں راضی کرلیں گے۔

علی بن ابی طالب، عوف بن مالک، معاذ ابن جبل، ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے عام مسلمانوں کے لئے شفاعت کا ہونا مروی ہے۔

امام قسطلانی کی ایک متنازعہ عبارت

پھر تنبیہ الغافلین میں مواہب اللدنیہ کی اس عبارت کو نقل کیا گیا ہے کہ:

"اما ما یغتر به الجهال من انه لایرضی ان یدخل احد من امته النار فهو من غرور الشیطان لهم و لعبه بهم فانه صلی الله علیه وسلم یرضی بما یرضی ربه تبارک و تعالیٰ و هو سبحانه یدخل النار من یستحقها من الکفار و العصاة ثم یحد لرسول الله صلی الله علیه وسلم حدا یشفع فیهم و رسول الله صلی الله علیه وسلم اعرف به و بحقه من ان یقول لا ارضی ان یدخل احد من امتی النار او یدعه فیها بل ربه تبارک و تعالیٰ اذن له فی الشفاعة فیشفع فیمنشاء ان یشفع فیه و لا یشفع فی غیر من اذن له و رضیه" (۱۳۸)

ترجمہ: جاہل لوگ جس چیز سے دھوکے میں مبتلا ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ حضور راضی نہیں ہوں گے اس بات سے کہ کوئی ان کی امت سے دوزخ میں داخل ہوتو یہ (جاہلوں کا گمان) شیطان کا انھیں دھوکہ دینا اوران کے ساتھ مکر کرنا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام اس سے راضی ہوں گے جس سے ان کا رب راضی ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان گنہگاروں اور کفار کو جوجہنم کے مستحق ہیں دوزخ میں داخل کرے گا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک حد مقرر کردی جائے گی حضوران کے بارے میں شفاعت کریں گے

۱۳۸۔ میں مواہب اللدنیہ میں یہ عبارت تلاش کرنے میں ناکام رہا۔

اور حضور زیادہ پہچاننے والے ہیں اس کو کہ آپ کہیں میں راضی نہیں ہوں گا جب تک میری امت میں سے کوئی جہنم میں داخل ہو یا جہنم میں چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کا رب انھیں شفاعت کی اجازت دے گا پس وہ شفاعت کریں گے ان لوگوں کی جن کی اللہ چاہے گا۔ وہ ان لوگوں کی شفاعت نہیں کریں گے جن کے لئے اللہ نے اجازت نہیں دی اور وہ ان سے راضی نہ ہو۔

اس عبارت کو نقل کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ فرقۂ اسمٰعیلہ کا مدار صرف غلطی اور مغالطے پر ہے، جس کتاب میں جو عبارت مجمل ہو اس پر معاصرین ومتأخرین نے کلام کیا ہو یا عبارت میں شبہ ہو کہ اس کی مراد کیا ہے اور اس کتاب میں دوسری جگہ مصنف کی مراد واضح ہو رہی ہو مگر اس کے باوجود ایسی مجمل اور مشتبہ عبارتوں کو اپنے مطلب کی سند میں لانا اور دوسری طرف سے آنکھیں بند کر لینا اسماعلیہ کے لئے فرض عین ہے۔

متنازع عبارت پر علامہ خفاجی کی تنقید

اولاً تو یہ دیکھو کہ علامہ خفاجی نے شرح شفا میں مواہب اللدنیہ کا یہ مقولہ نقل کر کے اس پر کیسا رد کیا ہے اور وہ اس طرح ہے:

یہ جرأت و بے ادبی ہے اور حدیث کی توجیہ کرنا چاہیے کہ روایتیں ثابت ہیں اگرچہ ضعیف ہیں اور یہ بات بعید نہیں کہ گنہگاروں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس سے راضی نہیں ہیں کہ ان کی رضا رب تعالیٰ کی رضا کے موافق ہے۔ لہٰذا رب تعالیٰ کے راضی نہ ہونے کے سبب وہ بھی گنہگاروں کے دوزخ میں داخل ہونے سے راضی نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کرے گا اگرچہ آخر میں ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کے فعل سے رضا نہیں واجب ہے مگر اس حیثیت سے کہ وہ اللہ کی مراد ہے۔ لہٰذا کچھ

اشکال وارد نہیں ہوا کیونکہ رضا ترک طلب کا مجاز ہے یعنی عفو کو نہیں چھوڑوں گا جب تک میری امت سے دوزخ میں کوئی ہو اور اس سے عدم رضا حقیقتاً لازم نہیں آتی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے بہت سے امور طلب کئے حالانکہ ہمیشہ مقام رضا میں ہیں اور جب اللہ نے راضی کرنے کا وعدہ کیا تو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا، ترک طلب سمجھ کر اس کو مشکل سمجھنا غلط ہے کسی کا یہ حق نہیں ہے کہ ان روایتوں کے باطل کرنے پر جرأت کرے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تنقید

مواہب کی اس عبارت کا رد شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

''پوشیدہ نماند کہ در حدیث شفاعت آمدہ است کہ آنحضرت شفاعت میکند طوائف عصاۃ را بترتیب چنانکہ زانیان وسارقان وشاربان را مثلاً پس ازاں میمانند آن کسانے نیست در ذات ایشاں برخردل ایمان یاحبہ ازاں پس میگوید پروردگار تعالیٰ اینا ازاں من اند خاصگان اند من خود شفاعت می کنم ایشان را بخود پس آمرزیدہ میشود و برآوردہ می شوند از آتش دوزخ بشفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائدہ ومعلوم است کہ شفاعت بے اذن حق تعالیٰ وبے رضاے او نے باشد ولیکن وے تعالیٰ اذن می کند و رضا میدہد بشفاعت بمقتضائے وعدہ کہ کردہ است یا رضاے وے ومراد آن قائل در آمدن در آتش بطریق ناپیدا است ومقرر است کہ عاصیان دائم در دوزخ می باشند و دراں روایت وعبارت آمدہ یکے آنکہ آنحضرت راضی نمی شود کہ در اید یکے از امت او در آتش دیگر آنکہ راضی نمی شود کہ بماند ہیچ یکے از امت او در آتش واز عبارت اولی نیز ہمیں مراد است فافہم''(۱۳۹)

۱۳۹۔ مدارج النبوۃ، شاہ عبدالحق دہلوی، ص ۸۷، باب سوم در بیان فضل وشرافت، مطبع نول کشور، کانپور، ۱۸۹۴ء

ترجمہ: یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حدیث شفاعت میں وارد ہوا کہ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گنہگاروں کی جماعتوں کی بالترتیب شفاعت فرمائیں گے مثلاً زانیوں، چوروں، شرابیوں کی شفاعت فرمائیں گے پھر وہ لوگ رہ جائیں گے جن میں رائی برابر یا ذرہ برابر ایمان ہوگا تو پروردگار عالم فرمائے گا یہ میرے لئے خاص ہیں پس وہ بخش دیئے جائیں گے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب دوزخ سے نکالے جائیں گے اور بخش دیئے جائیں گے، معلوم ہوا کہ بغیر اذن اور رضائے خدا کے شفاعت نہیں ہوتی ہے، لیکن خدائے برتر شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا اور راضی ہوگا کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی فرمائے گا (مواہب میں جس روایت پر طعن کیا گیا ہے اس کی) مراد یہ ہے کہ ہمیشہ کے دخول پر راضی نہ ہوں گے اور یہ بات تو ثابت ہے کہ عاصی ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ روایت میں دو لفظ وارد ہوئے ہیں پہلا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی امتی کے دوزخ میں داخل ہونے سے راضی نہ ہوں گے دوسرا یہ کہ دوزخ میں رہنے سے راضی نہ ہوں گے۔ پہلی والی عبارت سے بھی یہی مراد ہے (یعنی دونوں کا مطلب ایک ہے)

علامہ ابوہاشم مکی کی تنقید

ابوہاشم مکی نے ''عقد الجوہر فی احوال محشر'' میں مواہب کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''وہ جو مواہب میں کہا گیا ہے ''**و اما مایغتر به الجهال الخ**'' تو اس پر علمانے قدیماً اور حدیثاً کلام کیا ہے۔

مولانا رحمت اللہ سندی نے شفا کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

''صاحب مواہب نے یہاں دھوکہ کھایا اور ایک کلام شنیع لکھا اس کلام کا ظاہر باطل ہے۔''

اور اسی کتاب میں اس کے مخالف کی تصریح ہے پھر ابو ہاشم لکھتے ہیں کہ:

''مواہب کی اس عبارت کی تاویل کرنا ضروری ہے ممکن ہے کہ صاحب مواہب کی مراد یہ ہو کہ بعض جہال کو یہ دھوکہ ہوا ہے کہ کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا اگرچہ ایک ساعت ہی کے لئے کیوں نہ ہو، اگر عبارت کی یہی مراد ہو تو اس میں حدیث کا رد نہیں ہے کیونکہ حدیث میں عدم دخول سے مؤبد مراد ہے، کیا صاحب مواہب واقف نہیں اس حدیث سے جو اگرچہ ضعیف ہے مگر تعدد طرق کی وجہ سے اس کا ضعف جاتا رہا۔

علامہ شرباسی کی تنقید

اسی طرح علامہ علی شرباسی نے بھی مواہب لدنیہ کی شرح میں اس عبارت پر کلام کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

''تفسیر نسفی وغیرہ میں ہے کہ جب آیت کریمہ "و لسوف یعطیك ربك فترضی" نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میری امت میں سے ایک بھی فرد دوزخ میں ہو۔ (۱۴۰) لہٰذا صاحب مواہب کی عبارت کا معنی یہ ہوا کہ جہال حدیث کے ظاہری معنی کو دیکھتے ہوئے دھوکہ کھاتے ہیں حالانکہ حدیث کا وہ معنی نہیں یہ حدیث موضوع نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے ایسی حدیث کو غرور من حیث الروایۃ نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ دھوکہ مراد میں ہے۔

۱۴۰۔ تفسیر نسفی: ج۴، ص۳۶۴، اصح المطابع۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''و لما نزلت قال صلی اللہ علیه وسلم "اذاً لا ارض قط و واحد من امتی فی النار'' جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ میں کبھی راضی نہیں ہوں گا جب کہ میری امت کا ایک شخص بھی جہنم میں ہو۔

پھر علامہ شرباسی نے نسیم الریاض سے صاحب مواہب کا رد نقل کیا ہے اور امام الحرمین الجوینی کا کلام نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''وجوب رضا ہمارے نزدیک ثابت نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قضائے بد سے پناہ مانگی ہے۔

تلمسانی نے مواہب کی اس عبارت کی تاویل یہ کی ہے کہ یہاں جہال سے مراد مقاتل بن سلیمان اور بعض مرجیۂ ہیں کہ ان کا مسلک یہ ہے کہ مومن گنہگار دوزخ میں نہیں جائے گا۔

دیکھو مواہب کی جس عبارت کو صاحب تنبیہ الغافلین اپنی دلیل میں لے کر آئے اس پر علما نے کلام کیا ہے پھر خود مواہب میں مقصود عاشر کے تحت جو شفاعت کی بحث کی ہے اس کو دیکھو۔

امام قسطلانی اور مسئلہ شفاعت

صاحب مواہب فرماتے ہیں:

''عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا اتفق المفسرون علیٰ أن کلمة عسیٰ من الله واجب'' (۱۴۱)

ترجمہ: مفسرین کا اتفاق ہے کہ کلمہ ''عسیٰ'' اللہ کی جانب سے واجب ہے۔

علامہ واحدی نے کہا:

'' اجمع المسفرون علی انه مقام الشفاعة''(۱۴۲)

ترجمہ: مفسرین نے اجماع کیا ہے کہ مقام محمود سے شفاعت مراد ہے۔

اور صحیح بخاری وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی تفسیر مروی ہے:

''ثم وردت الاخبار الصحیحة فی تقریر هذا المعنی کما فی

۱۴۱۔ **المواهب اللدنية**: علامہ قسطلانی، ج۴، ص۶۴۰، الفصل الثالث فی امور الآخرة (مطبوعہ پوربندر گجرات)

۱۴۲۔ مرجع سابق، نفس الصفحہ

البـخـارى مـن حديث ابن عمر قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المقام المحمود فقال هو الشفاعة'' (۱۴۳)

ترجمہ: پھر اس معنی کی وضاحت میں صحیح احادیث وارد ہیں جیسا کہ بخاری میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مقام محمود کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ شفاعت ہے۔

ابن جوزی نے کہا کہ:

''الاکثر علیٰ أن المراد بالمقام المحمود الشفاعة و ادعی الامام فخر الدين الاتفاق عليه'' (۱۴۴)

ترجمہ: اکثر علمائے کرام کا مذہب یہی ہے کہ مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے اور اس پر امام فخر الدین رازی نے اتفاق کا دعوی کیا ہے۔

صاحب مواہب اللدنیہ فرماتے ہیں:

''و قد انكر بعض المعتزلة و الخوارج الشفاعة فی اخراج من أدخل النار من المذنبين و تمسكوا بقوله تعالیٰ فما تنفعهم شفاعة الشافعين و قوله تعالیٰ و ما للظالمين من حميم و لاشفيع يطاع و اجاب اهل السنة بأن هذه الآيات فی الكفار قال القاضی عياض مذهب السنة جواز الشفاعة عقلاً وجوبها سمعاً لصريح قوله تعالیٰ يومئذ لاتنفع الشفاعة إلا من اذن له الرحمن و رضی له قولاً و قوله تعالیٰ و لا يشفعون الا لمن ارتضیٰ و لقوله عسیٰ ان يبعثك ربك مقاماً محموداً المفسر بها عند الاكثرون'' (۱۴۵)

۱۴۳۔ مرجع سابق، ص ۶۴۱

۱۴۴۔ مرجع سابق، نفس الصفحہ

۱۴۵۔ مرجع سابق، ص ۶۴۵

ترجمہ: بعض معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا اس معنی میں انکار کیا ہے کہ جو گنہگار دوزخ میں داخل ہو گئے انھیں نکالا جائے گا اور وہ دلیل میں اللہ تعالیٰ کا قول ''**فما تنفعهم شفاعة الشافعين**'' (ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہیں دے گی) اور ''**و ما للظالمين من حميم و لاشفيع يطاع**'' (ظالموں کے لئے نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا جس کی بات مانی جائے) لاتے ہیں۔ اہل سنت نے ان آیات کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ آیات کفار سے متعلق ہیں، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ شفاعت عقلاً جائز ہے اور سمعاً واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شفاعت نفع نہیں دے گی مگر اس کے لئے جس کے واسطے رحمٰن نے اجازت دی اور اس سے وہ راضی ہے دوسرے مقام پر باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کے لیے جسے رب تعالیٰ نے چنا ہے نیز فرمان خداوندی ہے کہ عنقریب اللہ حضور کو مقام محمود یعنی شفاعت پر فائز فرمائے گا اکثر علماے کرام کے نزدیک یہی تفسیر ہے۔

شفاعت کے متعلق احادیث مبارکہ کا مجموعہ حد تواتر کو پہنچ چکا ہے جیسا کہ صاحب مواہب فرماتے ہیں:

''و قد جاء ت الآثار التی بلغ مجموعها التواتر بصحة الشفاعة فی الآخرة لمذنبی المومنين و عن ام حبيبة قالت قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم اريت ما تلقی امتی من بعدی و يسفک بعضهم دماء بعض و سبق لهم من الله ما سبق للامم قبلهم سالت الله ان يؤتينی فيهم الشفاعة يوم القيامة ففعل'' (۱۴۶)

۱۴۶۔ مرجع سابق، ص ۶۴۰

ترجمہ: گنہگار مومنین کی آخرت میں شفاعت ہوگی اس بارے میں اتنی احادیث وارد ہوئیں ہیں جن کا مجموعہ حد تواتر کو پہنچ چکا ہے حضرت ام حبیبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا جو امت میرے بعد کرے گی اور بعض بعض کا خون بہائے گا اور ان کے لئے بھی اللہ کی جانب سے وہ مقدر کر دیا گیا ہے جو ان سے پہلی امتوں کے لئے مقدر ہوا تو میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ روز قیامت میری امت کے لئے مجھے شفاعت عطا فرمائے تو اللہ نے ایسا کیا۔

صاحب مواہب آگے فرماتے ہیں:

"عن ابی هريرة قلت يا رسول الله ماذا ورد عليک فی الشفاعة فقال شفاعتی لمن شهد أن لا اله إلا الله مخلصا يصدق لسانه قلبه" (۱۴۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شفاعت کے سلسلہ میں آپ پر کیا نازل ہوا ہے تو حضور نے ارشاد فرمایا جس نے اخلاص کے ساتھ **لا الہ الا اللہ** کی گواہی دی اور اس کی زبان اس کے دل کی تصدیق کر رہی ہو اس کے لئے میری شفاعت ہے۔

پھر آگے صاحب مواہب فرماتے ہیں:

"و فی رواية البخاری من حديث قتاده عن انس ثم اشفع فيحد لی حدا ثم اخرجهم من النار و ادخلهم الجنة قال الطيبی: ای يبين لی كل طور من اطوار الشفاعة حدا اقف عنده فلا اتعدد مثل ان يقول شفعتک فيمن أخل بالجماعة ثم فيمن أخل بالصلاة ثم فيمن شرب الخمر ثم فيمن زنا و هكذا علی هذا الاسلوب" (۱۴۸)

۱۴۷۔ مرجع سابق، ص ۶۴۶

۱۴۸۔ مرجع سابق، ص ۶۵۲-۶۵۳

ترجمہ: بخاری میں قتادہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرا رب میرے لئے ایک حد مقرر کردے گا پھر میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔

علامہ طیبی نے کہا کہ یعنی شفاعت کے طریقوں کی ایک حد مقرر کردے گا میں اس سے تجاوز نہیں کروں گا مثلاً وہ فرمائے گا کہ میں نے تارکین جماعت کے حق میں تمہاری شفاعت قبول کی، پھر تارکین نماز کے حق میں پھر شرابیوں کے حق میں پھر زانیوں کے حق میں علی ہذا القیاس.

علامہ قسطلانی مزید فرماتے ہیں:

"و فی روایة ثابت عند احمد فأقول ای رب امتی امتی فیقول اخرج من کان فی قلبه مثقال شعیرة و فی حدیث سلیمان فیشفع فی کل من کان فی قلبه مثقال حبة من حنطة ثم شعیرة ثم حبة خردل فذلک المقام المحمود. (۱۴۹)

ترجمہ: حضرت ثابت کی روایت میں ہے کہ میں کہوں گا یا رب امتی امتی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس کے دل میں جَو کے برابر ایمان ہے۔ سلیمان کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ہر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں گیہوں کے برابر ایمان ہے پھر اس کی جس کے دل میں جَو کے برابر ایمان ہے پھر اس کی جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو اور یہی مقام محمود ہے۔

امام نووی اور قاضی عیاض نے شفاعت کی پانچ قسمیں کی ہیں جیسا کہ صاحب مواہب نے نقل کیا ہے۔

"و قد قال النووی قال القاضی عیاض: الشفاعات خمس

۱۴۹۔ مرجع سابق، نفس الصفحہ

الاولی: فی الاراحة من هول الموقف

الثانیة: فی ادخال قوم الجنة بغیر حساب

الثالثة: فی ادخال قوم حوسبوا و استحقوا العذاب ان لایعذبوا

الرابعة: فی اخراج من ادخل النار من العصاة

الخامسه: فی رفع الدرجات (۱۵۰)

ترجمہ: شفاعت پانچ قسم کی ہے:

۱۔اہوال قیامت سے راحت وآرام دینے میں شفاعت ہوگی

۲۔بغیر حساب کے بعض کو جنت میں داخل کرنے میں شفاعت ہوگی

۳۔جن کا حساب ہوا اور وہ دوزخ کے مستحق ہوئے ان کو شفاعت سے عذاب نہ دیا جائے۔

۴۔جو گنہگار دوزخ میں جائیں شفاعت کے سبب نکلیں

۵۔اہل جنت کے درجات بلند ہوں۔

"و قد ذکر القاضی عیاض شفاعة سادسة وھی شفاعته صلی اللہ علیه وسلم لعمه ابی طالب فی تخفیف العذاب"(۱۵۱)

ترجمہ: قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفاعت کی چھٹی قسم کا ذکر فرمایا (کہ وہ بعض کفار کے تخفیف عذاب کے لئے ہوگی) جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے چچا ابوطالب کی تخفیف عذاب کے لئے شفاعت کرنا۔

دیکھو کہ صاحب مواہب نے شفاعت کی کیسی صاف صاف تحقیق مذہب اہل سنت کے مطابق کی ہے اوران کی ایک عبارت میں جو شبہ پیدا ہو رہا تھا وہ اس عبارت سے زائل ہوگیا، صاحب تنبیہ الغافلین کی بد دیانتی دیکھیے کہ صاحب مواہب کے ایسے صاف اور صریح کلام سے آنکھیں بند کرلیں اور جو عبارت مشتبہ اور مشکل تھی اس پر قناعت کی مگر لطف یہ کہ اگرچہ اس

۱۵۰۔ مرجع سابق، ص۶۵۴

۱۵۱۔ مرجع سابق، نفس الصفحہ

عبارت میں اشتباہ ہے مگر پھر بھی تقویت الایمان کے بیان کے موافق نہیں ہے یا چونکہ اس عبارت کا ظاہر حدیث کے مخالف اور جماعت اہل سنت کے بیان کے خلاف ہے لہٰذا اسماعیلیہ کا اس کو پسند کرنا ضروری ہو گیا کیونکہ حدیث کی مخالفت اور جماعت اہل سنت کا خلاف ان کے دین کا رکن رکین ہے۔

اسی طرح اسماعیلیہ اپنی خرافات کی تائید میں تفسیر عزیزی کی اس عبارت کو بھی لاتے ہیں:

حکم خواہد شد کہ شفاعت فلاں کنید

حکم ہوگا کہ فلاں کی شفاعت کرو

مگر اسماعیلیہ یہ نہیں سمجھے کہ اسی کتاب میں بتفصیل وتحقیق شاہ عبدالعزیز لکھ چکے ہیں کہ اہل سنت کے مذہب میں سوائے کافروں کے سب گنہگاروں کے حق میں شفاعت کا حکم ہوگا اور اذن وحکم کے معنی بھی اسی کتاب میں دوسری جگہ بیان کر چکے ہیں پھر اس مجمل عبارت کو دلیل میں لانا اسماعیلیہ کے لئے محض بے فائدہ ہے۔

پھر تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے:

"ان آیات واحادیث اور اقوال سے علمائے دیندار کے معلوم ہوا کہ مختار کامل اور متصرف علی الاطلاق اللہ جل شانہ کے کارخانے میں کوئی نہیں کہ جو چاہے کرے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

اے عزیزو! اس کا کس نے دعویٰ کیا ہے اور نہ شفاعت کے لئے مختار کامل اور متصرف علی الاطلاق ہونا لازم ہے۔ شفاعت کے معنی پر غور کرو تو اس معنی کا بطلان ثابت ہو جائے گا، اصل نزاع اور بحث تو اس میں ہے کہ اللہ نے اپنے ایک خاص بندے سے وعدہ فرمایا ہے (اور بندہ بھی ایسا کہ جو اس کی پیروی کرے وہ اللہ کا محبوب ہو جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے وجیہ اور مقرب بندے اس کے امت میں داخل ہونے کی تمنا کریں) کہ آخرت میں اس کی شفاعت مقبول ہوگی اور اس مخبر صادق نے ارشاد فرمایا کہ سوائے کافروں کے سب گنہگاروں کے واسطے شفاعت قبول ہوگی اگرچہ گناہ کبیرہ کیے ہوں اور بے توبہ مرے ہوں سو اللہ کے وعدے کے مطابق اور مخبر صادق علیہ السلام کے فرمانے کے

بموجب یقیناً قیامت میں شفاعت ہونے والی ہے، عقائد اہل سنت میں یہ بات شامل ہے کہ الشفاعة حق یعنی شفاعت حق ہے مگر اے اسماعیل دہلوی کے پیرو کارو! تم سب مراتب کے منکر ہو تمہارے نزدیک نہ کوئی محبوب نہ کوئی وجیہ نہ وعدہ نہ یقین نہ شفاعت نہ شفیع کی تخصیص، بلکہ صرف ایک احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ دھوکے بازی کے طور پر کسی کو شفیع بنادے گا اب سوچو کہ آیات واحادیث اور علمائے دیندار کے اقوال میں کوئی بات بھی مخالف اہل سنت کے اور موافق تمہارے عقیدۂ فاسدہ کے ہے؟ تقویت الایمان کی عبارت کا فساد اور مذہب اہل سنت سے اس کی مخالفت کی جو وجہیں بتفصیل اوپر مذکور ہوئیں ان میں سے کون سی بات آیات واحادیث اور علمائے دیندار کے اقوال سے معلوم ہوئیں اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو اس باطل عقیدۂ اسماعیلیہ سے باز آؤ اور توبہ کرو، اہل سنت کے مطابق عقیدۂ شفاعت اور تمام عقائد درست کرو اور اقرار کرلو کہ جو کچھ باب شفاعت میں تقویت الایمان میں لکھا ہے وہ مذہب اہل سنت اور قرآن وحدیث اور اجماع امت کے مخالف ہے اور بغض انبیا واولیا کا اپنے دلوں سے نکالو، دیکھو تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے:

"اور عتاب ہونا بدر کے قیدیوں کے مقدمہ میں اور ام مکتوم نابینا کے مقدمہ میں جس کا حال قرآن شریف میں صاف صاف لکھا ہے کیوں ہوتا"

دیکھو اگر اس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض نہ ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ اس باب میں جو آیات محکمات ہیں یعنی "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا" وغیرہ ان کا کچھ ذکر نہیں کیا اور اس بحث میں بدر اور نابینا کے قصہ کو لائے جو اصل بحث شفاعت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور پھر وہ آیات بھی متشابہات ہیں۔

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے:

"النوع العاشر فی ازالة الشبهات من آیات وردت فی حقه علیه السلام.

ترجمہ: دسویں قسم ان آیات کے شبہات کو دور کرنے میں جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہوئیں۔

اس قسم میں متشابہات اوراس طرح کی آیات سب مذکور ہیں۔

صاحب تنبیہ الغافلین کا دفاع تقویت الایمان

پھر تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے:

''ایسی ہی تحریر وتقریر ہے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل محدث دہلوی کی تقویت الایمان میں اور اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔''

اس شخص کو یا تو نہ مذہب اہل سنت کی خبر ہے اور نہ تقویت الایمان دیکھی ہے صرف نادان نے اپنے گمان سے لکھ دیا یا پھر یہ بڑا پکا مفتری ہے کیونکہ میں نے اہل سنت کا مذہب بھی نقل کر دیا اور تقویت الایمان کی پوری عبارت بھی لکھ دی اور دونوں میں جو فرق ہے وہ واضح ہے۔

پھر تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے کہ:

''مخالفین نادان کہتے ہیں کہ تقویت الایمان میں نبیوں کے شان کی چھٹائی لکھی ہے لیکن .... (۱۵۲) کے اندھے نہیں سمجھتے کہ کس کی عظمت اور شوکت اور کبریائی اور بزرگی، مختاری کے روبرو یہ لکھا ہے حقیقت میں تو سچ بات تو یہی ہے کہ اس شہنشاہ جلیل عظیم الشان کے روبرو کسی کو بڑائی نہیں ہے۔

دیکھو اسمٰعیل دہلوی کے دانا دوستوں کو کہ نبیوں کی چھٹائی (تحقیر) لکھنے کا اقرار ہے مگر عذر یہ ہے کہ شاہنشاہ کے روبرو کسی کی بڑائی نہیں ہے، یہ عذر بہت کمزور ہے کیونکہ بڑائی تو وہی ہے جو شاہنشاہ جلیل کے روبرو ہو اور ہر طرح کی بڑائی جو بندوں کے لائق تھی وہ اس نے اپنے روبرو دی۔

دیکھو قرآن میں پروردگار عالم فرماتا ہے۔

۱۔ **بشر الذین اٰمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم (۱۵۳)**

۱۵۲۔ لفظ پڑھا نہیں جا سکا

۱۵۳۔ یونس، آیت ۲

ترجمہ: ایمان والوں کو خوش خبری دیجیے کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس مرتبۂ بلند ہے۔

۲۔ **انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین. (۱۵۴)**

ترجمہ: یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا (لایا ہوا) قول ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے یہاں عزت والا (سب فرشتوں کا) سردار، اطاعت کیا ہوا پھر امین ہے۔

۳۔ **فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر (۱۵۵)**

ترجمہ: وہ (متقی) بڑی پسندیدہ جگہ عظیم قدرت والے بادشاہ کے پاس ہوں گے۔

۴۔ **و کان عند ربہ مرضیاً (۱۵۶)**

ترجمہ: وہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) اپنے رب کے نزدیک بڑے پسندیدہ ہیں۔

۵۔ **و کان عند ربہ وجیھا (۱۵۷)**

ترجمہ: وہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اللہ کے نزدیک بڑی شان والے ہیں۔

۶۔ **ان لہ عندنا لزلفیٰ و حسن مآب (۱۵۸)**

ترجمہ: (حضرت داؤد علیہ السلام) بے شک ان کے لئے ہمارے ہاں بڑا اقرب ہے اور خوبصورت انجام ہے۔

۷۔ **و أنھم عندنا لمن المصطفین الاخیار (۱۵۹)**

ترجمہ: یہ حضرات ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہت بہترین لوگ ہیں۔

صدہا جگہ یہ مضمون قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔اے نادانو! اللہ تعالیٰ کی عظمت و

۱۵۴۔ التکویر، آیت ۲۱/۲۰/۱۹

۱۵۵۔ القمر، آیت ۵۵

۱۵۶۔ مریم آیت ۵۵

۱۵۷۔ الاحزاب، آیت ۶۹

۱۵۸۔ صٓ آیت ۲۵

۱۵۹۔ صٓ آیت ۴۷

بزرگی کا بیان جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے دوسرا نہیں کرسکتا آنکھ ہوتو دیکھو، کان ہوتو سنو، عقل ہوتو سمجھو کہ خود اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و بزرگی کے بیان میں بڑوں کی بڑائیوں کا جو اللہ نے خود عطا فرمائی ہیں قرآن شریف میں کس طرح جابجا بیان کرتا ہے:

۱۔ ھو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون (۱۶۰)

ترجمہ: اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کردے خواہ مشرک سخت ناپسند کریں

۲۔ سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من آیاتنا" (۱۶۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک اپنے بندے کو سیر کرائی، بابرکت بنادیا ہم نے اس کے گردونواح کو، تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔

۳۔ "ھو الذی انزل السکینة فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم (۱۶۲)

ترجمہ: اللہ کی ذات پاک وہ ہے جس نے مومن بندوں کے دلوں پر سکینہ نازل فرمایا تاکہ ان میں ایمان زیادہ ہوجائے۔

اس طرح کی آیات بہت ہیں اور انبیا نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے بیان میں اپنی شانوں کا بیان کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے کہا:

"و قالا الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عباده

۱۶۰۔ الصّف آیت ۹

۱۶۱۔ الاسراء، آیت ۱

۱۶۲۔ الفتح آیت ۴

المؤمنين"(۱۶۳)

ترجمہ: اوران دونوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کواپنے کثیر مومن بندوں پر فضیلت عطافرمائی۔

اورحدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ کی ثنااس طرح بیان کی:

"**الحمد لله الذی ارسلنی رحمة للعالمین و کافة للناس اجمعین بشیرا و نذیرا و انزل علیّ الفرقان فیه تبیان لکل شئ و جعل امتی خیر امة وسطا و جعل امتی هم الاولون و هم الآخرون و شرح لی صدری و وضع عنی وزری و رفع لی ذکری و جعلنی فاتحا و خاتماً**" (۱۶۴)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس ذات باری تعالیٰ کے لئے سزاوار ہیں جس نے مجھے رحمت عالم بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنایا اور میرے اوپر قرآن عظیم نازل کیا جو ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو درمیانی اور بہترین امت بنایا اور میری امت کو اول وآخر بنایا اور میرے سینہ کو کھول دیا اور میرے بوجھ کو دور کیا اور میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھے فاتح وخاتم بنایا۔

پھر تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے:

"اور جس مقام میں اس مالک حقیقی کی عظمت اور مالکیت کا بیان جس نے کیا ہے تو اس کو ضروری ہوا ہے کہ سب کی چھٹائی خصوصاً ان لوگوں کی بے اختیاری وعاجزی کا بیان کرے کہ جن کی بڑائی عوام کی نظروں میں چھائی ہوئی ہے۔

۱۶۳۔ النمل آیت ۱۵

۱۶۴۔ تفسیر ابن جریر طبری: ج ۱۵، ص ۸ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ

یہ قاعدہ نہ قرآن سے نقل کیا ہے نہ حدیث سے بلکہ قرآن وحدیث میں نبیوں کی تعظیم وتکریم کا مطلق حکم ہے کسی حال کی کسی زمانے کی کسی مکان کی قید نہیں ہے اور ان کی توہین و تحقیر کرنے پر وعید بھی عام ہے۔ صاف لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کی تصغیر سب وشتم میں داخل ہے اور اس کا مرتکب بالاجماع کافر ہے۔

"قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتنقص لہ کافر و الوعید جار علیہ بعذاب اللہ لہ و حکمہ عند الامۃ القتل و من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر" (۱۶۵)

ترجمہ: محمد بن سحنون نے کہا علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور ان کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اللہ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہوگی امت کے نزدیک اس کا قتل (واجب) ہے اور جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔

ایسی کھلی ہوئی بات کو نہ سمجھنا یا سمجھ بوجھ کر انبیا کے استخفاف کو (جو باجماع امت کفر ہے جیسا کہ چلپی میں لکھا ہے) اقبال وتسلیم کرنا اور اس کو ضروری قرار دینا کیا عقل ودین کے نزدیک درست ہے؟ کوئی ان سے پوچھے کہ (تنبیہ الغافلین کی مذکورہ عبارت میں) ''ضروری'' کے کیا معنی ہیں؟ اور اس کا یہاں کیا محل ہے؟ جس نے نبیوں کی چھٹائی (تحقیر) اسمٰعیل دہلوی کی طرح نہ لکھی وہ سب عظمت الٰہی کے بیان میں قاصر اور امر ضروری کے تارک ہیں۔

پھر تنبیہ الغافلین میں ہے:

چنانچہ شیخ سعدی کہتے ہیں گلستاں میں

اگر تیغ قہر بر کشد — نبی و ولی سر در کشد
گر بہ محشر خطاب قہر کند — انبیا را نہ جائے مغفرت است

۱۶۵۔ شفائے قاضی عیاض القسم الرابع، باب الاول ص ۳۲۱

اور بوستاں میں ہے:

در آن روز گر فعل پرسند و قول　　اولو العزم را تن بلرزد ز ہول

یہاں کئی باتیں غور طلب ہیں ایک تو یہ کہ اتنی اہم بحث میں قرآن وحدیث اور اجماع کو چھوڑ کر شیخ سعدی کے اشعار کو نقل کرنا سوائے جنوں کے اور کیا سمجھا جائے؟ دوسرے یہ کہ وہ گستاخیاں اور بے ادبیاں جو حضرات انبیا علیہم السلام کی شان میں اسمٰعیل دہلوی صاحب سے ہوئیں جن کے باعث مولوی فضل حق خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ میں اسمٰعیل دہلوی کے روبرو اس کی تکفیر کی اور ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا ویسی گستاخیاں اور بے ادبیاں شیخ سعدی کے کلام میں کہاں؟ اے صاحب تنبیہ الغافلین تمہارے لکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے اسمٰعیل دہلوی کے مخالفین کی تحریریں دیکھیں ہیں اس صورت میں اگر مخالفین کی دلیلیں ناحق و باطل تھیں تو اس کا جواب لکھتے تاکہ مخالفین کو ہدایت ہوتی، اس گالی گلوچ سے کیا حاصل؟ اور اگر وہ دلیلیں حق اور لاجواب تھیں تو اتنا کہہ دیتے کہ اسمٰعیل صاحب نبی معصوم یا فرشتہ نہ تھے خطا ہوگئی، خیر یہ بھی نہ کہتے تو کم از کم سکوت کرتے جیسا کہ اسمٰعیل صاحب نے کیا تھا اور مخالفین کی تحریر وتقریر کا کچھ ذکر زبان پر نہ لاتے اور اگر یہ بھی نہ ہوسکتا تھا اور بغیر کلام نہیں رہا جارہا تھا اور ہٹ دھرمی کا غلبہ تھا تو یہی کہہ گئے ہوتے کہ انھوں نے نبیوں کی چھٹائی (تحقیر) نہیں لکھی اور جو انھوں نے لکھا ہے وہ چھٹائی (تحقیر) نہیں ہے اس سے تو بہتر تھا کہ تم نے اقبال واعتراف کرلیا کہ انھوں نے نبیوں کی چھٹائی (تحقیر) لکھی ہے اور اس کی جو توجیہ کی ہے وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے قبیل سے ہے۔

سچ بات یہ ہے کہ اسمٰعیل دہلوی کو نہ خدا کا ڈر، نہ نبی کا لحاظ، جہاں انبیا زبان پر آ گئے جو چاہا لکھ دیا، جہاں خدا کی طرف متوجہ ہوئے جو چاہا بک دیا، خدا سے کب ان کو درگذر رہے، صاف لکھ دیا کہ "بے سبب درگزر نہیں کرسکتا"۔ تیسری بات تحریف وافترا اس فرقہ کا شعار ہے مأۃ المسائل اور اربعین مسائل وغیرہ کتب میں مشکوٰۃ کی شروح سے نقل کرنے میں تحریف کی۔ مثل مشہور ہے کہ شملہ بقدر علم باید۔

لہٰذا تنبیہ الغافلین میں گلستاں کی نقل میں تحریف کرکے اجر حاصل کرلیا اصل گلستاں

میں یوں ہے:

اگر تیغ قہر بر کشد نبی و ولی سر در کشد
اگر غمزۂ لطف بجنباید بداں را بہ نیکاں در رساند

قطعہ

گر بمحشر خطاب قہر کند انبیا را چہ جائے معذرت است
پردہ از روئے لطف گر بردار کاشقیا را امید مغفرت است

جو تنبیہ الغافلین کلکتہ سے چھپی تھی اس میں صرف گلستاں و بوستاں کا حوالہ تھا اب جو دہلی سے چھپی ہے اس میں اور بلند پروازی کی کہ شیخ فریدالدین عطار کے پند نامہ کا حوالہ دے کر یہ شعر لکھ دیا:

دل اندر صمد باید اے دست بست کہ عاجز تر است از صنم ہر کہ ہست

یہ وہی مثل ہے کہ:

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا الا یا ایھا الساقی ادر کاسا و ناولھا

پند نامہ عطار کی یہ بحر نہیں ہے اکثر طلبہ کو اس کے شعر یاد ہوتے ہیں اس کا مطلع یہ ہے:

حمد بے حد مر خدائے پاک را آنکہ ایماں داد مشت خاک را

جب گلستاں اور پند نامہ جیسی مشہور کتابوں میں ان حضرات کا یہ حال ہے پھر غیر مشہور کتابوں کی نقل اور عربی عبارتوں کے ترجمے میں کیسے ان کا اعتبار کیا جائے۔

تقویت الایمان میں تحریف

اے مسلمانو! ان لوگوں کی کتابوں کے پڑھنے سے بچو عجیب طرح کے فساد ان میں بھرے ہوئے ہیں، ابھی تقویت الایمان کا ایک نسخہ دیکھا جو دہلی میں حافظ محمد پیر خاں کے اہتمام سے ۱۲۶۷ھ میں چھپا ہوا ہے اس پر حاشیہ بھی چڑھایا ہے اس حاشیہ میں مخالفین کے بعض اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اور تقویت الایمان سے رفع ملامت کی کوشش کی ہے۔ تقویت الایمان کے بعض الفاظ جن پر اہل سنت نے مواخذہ کیا تھا ان کو بدل

دیا ہے مثلاً شفاعت کی بحث میں جہاں اصل تقویت الایمان میں ''بے سبب درگزر نہیں کرسکتا'' لکھا تھا وہاں اس کو ''بے سبب درگذر نہیں کرتا'' کردیا، یہ سب حرکتیں بے جا ہیں اگر یہ لفظ تمہارے نزدیک بھی برا تھا اور اس کی برائی تمہیں معلوم ہوگئی تھی تو حاشیہ پر صاف لکھ دیتے ایمان والے ہونے کا یہی تقاضا تھا اصل کتاب میں ردوبدل کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور اس سے کیا حاصل؟ تمہاری یہ حرکت صاحب تقویت الایمان پر سے اعتراض رفع نہیں کرسکتی بلکہ دلالت التزامی سے سمجھنے والے سمجھ جائیں گے تم ان الفاظ کو ویسا ہی سمجھتے ہو جیسا ہم سمجھتے ہیں ہم زبان سے بھی وہی کہتے ہیں جیسا دل میں سمجھتے ہیں مگر تم زبان سے نہیں کہتے جن باتوں پر ہم نے گرفت کی ہے وہ تمہارے نزدیک بھی بری ہیں جبھی تو الٹ پلٹ اور تبدیلی کرتے ہو مگر تعصب اور سخن پروری سے تعریف کیے جاتے ہو اور ان الفاظ پر گرفت کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہو اور اس چالاکی اور بے باکی سے اگر تمہارا مقصد یہ ہے کہ لوگ جان جائیں کہ اسمٰعیل دہلوی نے ایسے ہی لکھا تھا تو یہ مقصد ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ الٹی تمہاری ہی فضیحت ہوگی کیونکہ ایک تو تم سے پہلے چھپے ہوئے نسخے کلکتہ، لکھنؤ اور دہلی میں بکثرت موجود ہیں، دوسرے یہ کہ خود اسمٰعیل دہلوی سے انھیں عبارتوں اور انھیں الفاظ پر علما نے بحث کی اور ہر ہر طرح کی تحریر و تقریر ہوئی ان تحریروں میں یہ الفاظ موجود ہیں، تحقیق الفتویٰ میں دیکھ لو کہ سوال میں بھی ''نہیں کرسکتا'' موجود ہے اور جواب میں بھی اسی کا رد کیا ہے۔

اور جب سے اب تک کیا اسمٰعیل دہلوی اور کیا ان کے متبعین و پیروکار ہر طرح کی گفتگو اور بحثیں کرتے رہے مگر ان الفاظ کا کسی نے انکار نہیں کیا بہرحال اگر ایمان دار ہو تو صاف چھاپ دو کہ ہم سے خطا ہوئی اور پرانے نسخوں سے مقابلہ کرکے اپنی غلطی کا اعتراف کرلو یہ کوئی شرم کی بات نہیں اور یہ بھی سمجھ لو کہ فقط ایک لفظ کی تبدیلی سے تقویت الایمان کے بیان شفاعت کی ساری قباحتیں دور نہیں ہوسکتیں نہ وہ جو میں نے اوپر بیان کیں اور نہ وہ جو تحقیق الفتویٰ وغیرہ میں مذکور ہیں۔

تمت

الحمد للہ اولاً و اٰخرا